جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝

اپریل - مئی

مُحرّمؒ صفرؒ

پشاور

پاکستان

العصر

مصوّر

ماہنامہ

مدیر مسئول

مفتی غلام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ

نوتھیہ روڈ — پشاور

جامعہ عثمانیہ

جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع

گھر انسان کی بنیادی ضرورت ہے خود اور اپنی اولاد کے آرام و سکون کے لئے ہر ایک گھر بنانے کی کوشش میں رہتا ہے زندگی بھر ایک گھر کی تعمیر انسان کی واحد آرزو اور تمنا ہوتی ہے لیکن کیا ہم نے کہیں یہ سوچا کہ دنیا کی عارضی زندگی کی نسبت سے ہمیں قیامت کی ابدی زندگی میں بہتر سے گھر بنانے کی ضرورت ہے یہاں تو پھر بھی ذاتی مکان نہ ہونے کی صورت میں کرایہ کے مکان میں زندگی کی صبح و شام تمام ہو سکتی ہے لیکن قیامت میں کرایہ داری کا نظام نہیں پایا جاتا

آئیے بغیر سوچے فیصلہ کیجئے

کہ ہمیں جنت میں گھر بنانا ضروری ہے اس کے لئے آپ کرہ ارض پر مسجد بنا کر یا کسی دینی درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لیکر اپنی آرزو پوری کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ نے بنات اسلام کے لئے ﴿مدرسہ سیدہ فاطمہؓ﴾ کے عظیم منصوبہ پر کام شروع کر کے دو مراحل میں جامعہ کے ساتھ ساتھ سترہ مرلہ کا پلاٹ تقریباً دس لاکھ روپے میں خرید کر مسلمانوں کو جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ زر زمین کا یہ ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے میں [illegible] شش کیجئے اور مسلمان بچیوں کی تعلیم و تربیت میں دل کھول کر حصہ لیں۔

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

ماہنامہ

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

العصر پشاور

اپریل - مئی ۲۰۰۱ء محرم صفر ۱۴۲۲ھ جلد ۷ شمارہ ۴، ۵

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم [illegible] الرحمٰن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل

مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر

مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد

مفتی مجم الرحمٰن

قانونی مشیر

[illegible] خان ایڈووکیٹ

فہرست مضامین

اداریہ	مفتی غلام الرحمٰن	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۹
طلبہ علوم نبوت احساس کمتری کا شکار نہ ہوں	مولانا سلیم اللہ	۱۶
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۱۹
آہ شہدائے فاروقیہ	مولانا عبدالرزاق	۲۲
انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقد و معاملات	مفتی ذاکر حسن	۳۱
امریکی مسلمان نوجوانوں میں بڑھتا ہوا ڈپریشن	اسرار احمد	۴۰
تبصرہ کتب		۴۴

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر - صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر: مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰ روپے / سالانہ اندرون ملک ۱۰۰ روپے بیرون ملک ۲۰ ڈالر کی قیمت

صدائے عصر

عالمی دیوبند کانفرنس

اور

جمعیت کا تاریخی سیاسی مظاہرہ

۹، ۱۰، ۱۱ اپریل ۲۰۰۱ء پشاور کی تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جس میں ﴿دار العلوم دیوبند کی ڈیڑھ سو سالہ خدمات﴾ کو لاکھوں فرزندان توحید نے خراج عقیدت پیش کرکے اپنے روحانی رشتہ کا ثبوت دیا- دار العلوم دیوبند کے وابستگان میں شاید جمعیت ہی وہ واحد سیاسی اور مذہبی جماعت ہے جس نے سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے مادر علمی کو عزت افزائی کا موقعہ دینے میں فراخ دلی سے کام لیا اور اس کے لئے ایک سال سے رات و دن ایک کرکے ہر قسم کی قربانی پیش کی دنیا بھر سے فضلاء دیوبند اور ان کے عقیدت مندوں کو ایک جگہ بیٹھنے کا موقعہ فراہم کیا- یہ وہ عظیم الشان اجتماع تھا جس نے ﴿صد سالہ جشن دیوبند﴾ کی یاد تازہ کردی-

کیا عجیب قابل دید منظر تھا ابناء دیوبند یعنی فضلاء روحانی اولاد کے لئے شمع محفل بنے ہوئے تھے- عقیدت مندوں کا جم غفیر ہر سفید ریش کو فاضل دیوبند سمجھتے ہوئے عقیدت سے ملتے ہاتھوں کو بوسہ دیتے جہاں کہیں فضلاء ایک دوسرے کو پہچان لیتے تو معانقہ، مصافحہ یا یوں کہیے سالوں کے بعد ملاقات میں فرط محبت سے آنسو بہاتے باتوں میں وہ قوت محسوس ہورہی تھی شاید کہیں ابھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث سے اٹھ کر چند منٹوں کے وقفہ کے لئے سبق کے انتظار میں بیٹھے ہیں- کسی نحیف و کمزور بدن کو بیٹا یا نواسہ سہارا دیکر سٹیج یا فضلاء کرام کے لئے مخصوص جگہ کی طرف لے جانے کی کوشش

کر رہا تھا- کوئی چھڑی کے سہارے سے کام لے رہا تھا اور کوئی فرط محبت سے مصنوعی جوانی دکھا کر ہشاش بشاش نظر آرہا تھا- زبان حال سے اقبال مرحوم کی یہ اشعار دہراتے ہوئی کبھی ادھر کبھی ادھر بھاگتے رہے-

مجھے ذرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
میری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی
تو اے مسافر شب! خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی-

اس میں کوئی شک نہیں دار العلوم دیوبند ایک دینی ادارہ کا نام ہے اس کا بنیادی ہدف علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشہیر و ترویج رہا- اسکی بنیاد رکھتے ہوئے اکابرین کے سامنے مسلمانوں کا وہ علمی انحطاط تھا جسکی وجہ سے مسلمان ہر میدان میں ٹھوکریں کھاتے رہے خاص کر ۱۸۵۷ھ کی جنگ آزادی میں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا لیکن حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور عزت اسلاف شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسن احمد مدنیؒ اور دوسرے اکابرین کی خداداد صلاحیتوں، سیاسی اور روحانی بصیرت نے دار العلوم دیوبند کو محض ایک تعلیمی درسگاہ کی بجائے ایک تحریک اور مسلسل محنت کا نام دیا آج دیوبند کا نام سنتے ہوئے توحید و سنت کے علمبردار سیاسی میدان میں قیادت کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کے جانشین کی ایک بڑی فہرست سامنے رہتی ہے- آج دیوبند ایک مسلک اور گروہ کا نام نہیں ایک فرقہ اور جماعت سے متعارف نہیں بلکہ برصغیر میں انگریزوں کے برسر پیکار دشمن، علمی و عملی میدان میں جوہر کمالات دکھائے ہوئے رجال کار کی ایک مسلسل جدوجہد اور محنت کا نام ہے جو دنیا کے کسی کونے میں جہاں کہیں دین کی خدمت کی ضرورت پڑے تو خلاء پر کرنے والی قوت ہے- آج سیاسی میدان میں جہاں کہیں خلافت اسلامی کے قیام کی کوئی کوشش نظر آتی ہے اس میں کسی نہ کسی درجہ میں دیوبند کی محنت ضرور نظر آئے گی دیوبند کی تصنیفی خدمات سے دنیا کی کتب خانے آباد ہیں- علوم نبوی اور قرآنی علوم

Scanned with CamScanner

وغیرہ تبلیغ، رسائی اور رہبری کے لئے شاید کوئی ایسا فن ہو جس میں اکابرین نے محنت کی ہو۔ تصوف یا اصلاح کا وہ کون سا میدان ہے؟ جو ان حضرات کی شاہسواری سے خالی ہو۔ بدعہ، رسم و رواج کے بتوں کو توڑ کر شریعت و طریقت کے رموز سکھانے والے یہاں نظر آئیں گے۔ درس و تدریس تو فضلاء دیوبند کی شاہراہ ہے۔ جہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر یا کسی ستون سے ٹیک لگا کر اور یا کہیں چٹائی بچھا کر مدرسہ کا قیام روزمرہ کا معمول ہے۔ غرض ہر جہت دین کی خدمت پر چھا جانے والی تحریک کا دوسرا نام دیوبند ہے۔

﴿عالمی دیوبند کانفرنس﴾ سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھ رہے تھے شاید کسی فرقہ وارانہ محنت کی کڑی ہو۔ ممکن ہے اس سے مسلکی اور مذہبی افکار کو فروغ ملے منتظمین اور ارباب اختیار کے نہ چاہنے کے باوجود شاید اس سے گروہی تعصبات کو قوت ملے لیکن یہ ان لوگوں کے خدشات تھے جو دارالعلوم دیوبند کے ذوق سے نابلد تھے اور نہ ان پر تحریک دیوبند کے رموز کھلے رہیں چنانچہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمن زید مجدہم کی افتتاحی مدبرانہ اور بصیرت افروز تقریر نے اجتماع کے تین روزہ پروگرام کے لئے ایسا رخ متعین کیا جس کی وجہ سے گروہی اور فرقہ وارانہ مسائل میں الجھنے کی بجائے اجتماع کی توجہ عالمی مسائل پر مرکوز رہی مقررین کی جذباتی تقاریر حکومت کے بد کارناموں، علاقائی سیاست یا اندرون خانہ تنازعات کا بننے کی بجائے امریکہ اور دوسرے عالمی غنڈوں کی مذموم حرکتیں توجہات کے مراکز رہے چنانچہ میرے خیال میں سیاسی میدان میں سب سے زیادہ فائدہ اس سے امارت اسلامی افغانستان کو پہنچا لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا کے اسلامی نظریات کے نمائندوں کا ﴿طالبان حکومت﴾ پر اعتماد کا اظہار یقیناً ان کے لئے گرانقدر سرمایہ ہے اور چاہئیے بھی یہی تھا کہ ان کو فائدہ ملے یہی ان کا حق تھا آخر کار یہ بھی تو دیوبند کا کارنامہ ہے۔ شیخی و مندی حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا پودا ہے۔ جس کی آبیاری جہاد سے ہوئی اور تقریباً پچیس سال بعد طالبان حکومت کی شکل میں یہ پودا ثمر بار بن کر لہلہانے لگا۔

انھوں فرزندان توحید نے یک آواز ہو کر دنیا کے سامنے اپنے اس موقف کو دہرایا کہ ﴿امارت اسلامی افغانستان﴾ سے ظلم و زیادتی اور امتیازی سلوک روا رکھنا یہ صرف طالبان کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ پورے عالم اسلام کو للکارنے کے مترادف ہے یہ کسی جغرافیائی ممالک یا قوم و نسب کا محدود جھگڑا نہیں بلکہ اسلام اور کفر کا علانیہ جنگ ہے جو لادین قوتوں نے امریکہ کے سہارے شروع کر رکھا ہے شاید امریکہ اس کو سوڈان عراق یا لیبیا کے معروضی حالات کا نتیجہ سمجھے اور یا اسامہ کو بہانہ بنائے یا طالبان کے تدین کو مبینہ شدت پسندی سے تعبیر کرے لیکن مسلمان یہ سب اپنے خلاف مذموم محنت کا تسلسل سمجھ رہے ہیں۔

اگرچہ اجتماع کی کامیابی کی کئی پہلو ہیں لیکن سرسری جائزہ کے مطابق ﴿امارت اسلامی افغانستان﴾ کے لئے لازوال محبت اور بے لوث حمایت کا اظہار اگر اجتماع کی قیمت قرار دی جائے تو پھر بھی سودا گھاٹے میں نہیں۔ ورنہ سیاسی میدان میں جمعیت کی پذیرائی۔ سیاسی قوت کا مظاہرہ، مخالف اور موافق کو ایک سٹیج پر بٹھانا اور عالمی توجہات کا مرکز بن کر پورے ایک سال تک سیاسی میدان کو گرم رکھنا دوررس نتائج مرتب ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ صرف پاکستان میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ بن کر دنیا بھر کے مظلوم کی آواز کی پکار ثابت ہو وما ذالك على الله بعزيز۔ اس لئے پوری جماعت اس خلاف توقع کامیابی پر مبارکبادی کا مستحق ہے۔

لیکن اس کے ساتھ منتظمین حضرات پر ایک اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کا احساس ان کی مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اس سے ادنی غفلت آئندہ نسلوں پر اچھے اثرات مرتب نہ ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔ کارکنان کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار رہنا ہوگا کہ یہ کامیابی اسباب یا کسی ظاہری محنت کا نتیجہ نہیں بلکہ محدود وسائل میں خود اس اجتماع کا انعقاد کسی بڑے چیلنج سے کم نہیں تھا اس کی کامیابی میں بنیادی کردار اعلان سے لیکر اجتماع کے آخر تک حفاظ قراء کی تلاوت، حلقہ ذاکرین کی دلسوز ادائیں اور شیوخ قرآن و حدیث کی بے لوث دعاؤں کا ہے جنہوں نے رنگ لاتے ہوئے سیاسی تاریخ میں ایک نئے

Scanned with CamScanner

باب کا اضافہ کیا کہ مسلسل تین روز تک سیاسی اجتماع ہونے کے باوجود لوگوں کے انہماک میں کوئی فرق نہ رہا اور یہی دار العلوم دیوبند کے نام کی کرامت ہے جس نے روحانی تسلسل کو قائم رکھا اسباب کی بجائے اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو اپنا سرمایہ سمجھا - اس لئے کارکنان ایک اجلاس بلا کر کانفرنس کے دوران اپنی کمزوریوں کا فراخدلی سے جائزہ لیں اور پھر آئندہ کے لئے اصلاح کی کوشش کریں - کامیابی کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ایسی بے جا قصائد لکھنے پر خوش ہوں بلکہ تعمیری تنقید اپنے لئے خیر خواہی سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے لائحہ عمل کا تعین کریں - رفقاء کے دائرہ سے نکل کر عوام کی رائے معلوم کریں - اجتماع سے قبل، اس کے دوران یا بعد میں لکھے ہوئے رسائل، اخبارات اور جرائد کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اپنی کمزوریاں جمع کریں اور پھر اس کے ازالہ کے لئے مشوروں سے کام لیں شاید اس سے آئندہ پروگراموں کو اور قبولیت نصیب ہو -

کامیاب اجتماع کے انعقاد پر کارکنان کے علاوہ اکابرین جمعیت اور ارباب اختیار کا احساس ذمہ داری بھی ضروری امر ہے کیونکہ صرف کارکنان کے احساس اور جوش و جذبہ سے یہ گاڑی اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتی اکابرین کی توجہ میں یہ بات رہے کہ جمعیت کے پاس کارکنان کی کوئی کمی نہیں بے لوث خدام سے جماعت بھری پڑی ہے ایسے میدان میں جس چیز کی کمی محسوس کی جارہی ہے وہ رجال کار کی کمی ہے اگر کارکنان کی صلاحیتوں کی قدر کی جائے - تو اس سے یہ کمی پوری ہو سکتی ہے - کارکن کو جتنا حوصلہ ملے گا اس سے اس کی صلاحیتیں بڑھیں گی وہ آگے جا کر میدان عمل میں بڑے سے بڑا بوجھ اٹھا کر اپنی قابلیت کا لوہا منوائے گا یوں اس تدریجی عمل سے خلا پورا ہو گا نئی نسل کو جتنا آگے لے جانے کا موقعہ فراہم کیا جائے گا اس سے بہتر نتائج یقیناً سامنے آئیں گے - اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے یقیناً ہر کارکن نے جوہر کمالات دکھائیں ہوں گے لیکن پھر بھی اس میں تفاوت، کمی اور زیادتی سے انکار نہیں اس لئے جن حضرات نے رات و دن ایک کر کے کانفرنس کی کامیابی کے لئے کوشش کی ان کی صلاحیتوں کا اقرار کر کے آگے میدان میں ان کو موقع دیا جائے تاکہ

مزید محنت کے لئے اس کے جذبہ کی آب یاری ہو سکے - علاوہ ازیں جمعیت تاحال عام جماعتوں کا روایتی انداز کار اپنائے ہوئے سرگرم عمل ہے جمعیت کو پیش قدمی کے لئے اس خول سے نکلنا ہو گا اور میدان سیاست میں ایک منفرد انداز عمل اپنا کر کام کرنا چاہیئے - روایتی انداز کار سے مراد یہ ہے کہ جماعتیں سیاسی میدان میں صرف اس وقت متحرک رہتی ہیں جب الیکشن کا دور آتا ہے ورنہ دس سال تک جب الیکشن نہ ہو تو جماعتوں کی کوئی سرگرمی سامنے نہیں رہتی الا یہ کہ کسی حکومت کے خلاف تحریک کی ضرورت پڑے تو ایک آدھ کارکن جھنڈا اٹھا کر زندہ باد زندہ باد کے نعرے بلند کریں -

عام جماعتوں کی سیاسی مفادات اور جمعیت کے اھداف میں بنیادی فرق ہے جمعیت کی سیاست عبادت کا ایک شعبہ ہے اور ایسی عبادت ہے جو سال بھر ہر مہینہ ہر ہفتہ ہر روز بلکہ ہر گھڑی متحرک رہنے کا متقاضی ہے اس لئے جمعیت کو ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی بجائے مستقل بنیادوں پر کام کرنے کو ترجیح دینی چاہیئے اس کے لئے ضروری ہے کہ مخلص کارکنان کی ایسی جماعتیں تیار کی جائیں جو جزء وقتی توجہ دینے کی بجائے ہمہ وقت اس میں مشغول رہیں ان کی ضروریات کا خیال رکھ کر اقتصادی مشکلات سے نمٹنا چاہیئے تاکہ یکسوئی سے یہ کام کر سکیں آخر کار سیاست بھی تدریس، تصنیف و تالیف، تصوف یا دعوت و تبلیغ کی طرح خدمت دین کا ایک شعبہ ہے جو فراغت اور یکسوئی کا محتاج ہے -

اس کے ساتھ کام کرتے وقت علاقائی ماحول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے صرف پاکستان نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانا جمعیت کا ہدف ہو اور اس کے لئے محنت ہو لیکن ملکی سیاست میں اپنی وقعت اور مقام بحال رکھنے کے لئے ان علاقوں کی طرف زیاد توجہ دینی چاہیئے جو قیام پاکستان سے لیکر تاحال خاص کر انتخابات کے موقعہ جمعیت سے گہر وابستگی کا اظہار کر چکے ہیں اگر پوری قوت کا پچاس فیصد حصہ تمام ملک کے لئے خاص ہو او پچاس فیصد محنت ان علاقوں میں ترجیحی بنیادوں پر ہو جہاں سے جمعیت کے نمائندہ کی کامیا یقینی ہے - تو اس سے جمعیت کی کارکردگی بڑھ سکتی ہے لیکن ایسی صورت میں پورے ملک

Scanned with CamScanner

باب کا اضافہ کیا کہ مسلسل تین روز تک سیاسی اجتماع ہونے کے باوجود لوگوں کے انہماک میں کوئی فرق نہ رہا اور یہی دار العلوم دیوبند کے نام کی کرامت ہے جس نے روحانی تسلسل کو قائم رکھا اسباب کی بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو اپنا سرمایہ سمجھا - اس لئے کارکنان ایک اجلاس بلا کر کانفرنس کے دوران اپنی کمزوریوں کا فراخدلی سے جائزہ لیں اور پھر آئندہ کے لئے اصلاح کی کوشش کریں - کامیابی کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور نہ ایسی بے جا قصائد لکھنے پر خوش ہوں بلکہ تعمیری تنقید اپنے لئے خیر خواہی سمجھتے ہوئے آئندہ کے لئے لائحہ عمل کا تعین کریں - رفقاء کے دائرہ سے نکل کر عوام کی رائے معلوم کریں -

اجتماع سے قبل، اس کے دوران یا بعد میں لکھے ہوئے رسائل، اخبارات اور جرائد کا گہری نظر سے مطالعہ کر کے اپنی کمزوریاں جمع کریں اور پھر اس کے ازالہ کے لئے مشوروں سے کام لیں شاید اس سے آئندہ پروگراموں کو اور قبولیت نصیب ہو -

کامیاب اجتماع کے انعقاد پر کارکنان کے علاوہ اکابرین جمعیت اور ارباب اختیار کا احساس ذمہ داری بھی ضروری امر ہے کیونکہ صرف کارکنان کے احساس اور جوش و جذبہ سے یہ گاڑی اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتی اکابرین کی توجہ میں یہ بات رہے کہ جمعیت کے اس کارکنان کی کوئی کمی نہیں بے لوث خدام سے جماعت بھری پڑی ہے ایسے میدان میں س چیز کی کمی محسوس کی جارہی ہے وہ رجال کار کی کمی ہے اگر کارکنان کی صلاحیتوں کی قدر جائے - تو اس سے یہ کمی پوری ہو سکتی ہے - کارکن کو جتنا حوصلہ ملے گا اس سے اس کی لاحیتیں بڑھیں گی وہ آگے جا کر میدان عمل میں بڑے سے بڑا بوجھ اٹھا کر اپنی قابلیت کا لوہا ائے گا یوں اس تدریجی عمل سے خلا پورا ہوگا نئی نسل کو جتنا آگے لے جانے کا موقعہ ہم کیا جائے گا اس سے بہتر نتائج یقیناً سامنے آئیں گے - اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے ہر کارکن نے جوہر کمالات دکھائیں ہوں گے لیکن پھر بھی اس میں تفاوت، کمی اور زیادتی انکار نہیں اس لئے جن حضرات نے رات و دن ایک کر کے کانفرنس کی کامیابی کے کوشش کی ان کی صلاحیتوں کا اقرار کر کے آگے میدان میں ان کو موقع دیا جائے تاکہ

مزید محنت کے لئے اس کے جذبہ کی آب یاری ہو سکے - علاوہ ازیں جمعیت تاحال عام جماعتوں کا روایتی انداز کار اپنائے ہوئے سرگرم عمل ہے جمعیت کو پیش قدمی کے لئے اس خول سے نکلنا ہوگا اور میدان سیاست میں ایک منفرد انداز عمل اپنا کر کام کرنا چاہئیے - روایتی انداز کار سے مراد یہ ہے کہ جماعتیں سیاسی میدان میں صرف اس وقت متحرک رہتی ہیں جب الیکشن کا دور آتا ہے ورنہ دس سال تک جب الیکشن نہ ہو تو جماعتوں کی کوئی سرگرمی سامنے نہیں رہتی الا یہ کہ کسی حکومت کے خلاف تحریک کی ضرورت پڑے تو ایک آدھ کارکن جھنڈا اٹھا کر زندہ باد زندہ باد کے نعرے بلند کریں -

عام جماعتوں کی سیاسی مفادات اور جمعیت کے اهداف میں بنیادی فرق ہے جمعیت کی سیاست عبادت کا ایک شعبہ ہے اور ایسی عبادت ہے جو سال بھر ہر مہینہ ہر ہفتہ ہر روز بلکہ ہر گھڑی متحرک رہنے کا متقاضی ہے اس لئے جمعیت کو ہنگامی بنیادوں پر کام کرنے کی بجائے مستقل بنیادوں پر کام کرنے کو ترجیح دینی چاہئیے اس کے لئے ضروری ہے کہ مخلص کارکنان کی ایسی جماعتیں تیار کی جائیں جو جزء وقتی توجہ دینے کی بجائے ہمہ وقت اس میں مشغول رہیں ان کی ضروریات کا خیال رکھ کر اقتصادی مشکلات سے نمٹنا چاہئیے تاکہ یکسوئی سے یہ کام کر سکیں آخر کار سیاست بھی تدریس، تصنیف و تالیف، تصوف یا دعوت و تبلیغ کی طرح خدمت دین کا ایک شعبہ ہے جو فراغت اور یکسوئی کا محتاج ہے -

اس کے ساتھ کام کرتے وقت علاقائی ماحول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے صرف پاکستان نہیں بلکہ پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانا جمعیت کا ہدف ہو اور اس کے لئے محنت ہو لیکن ملکی سیاست میں اپنی وقعت اور مقام بحال رکھنے کے لئے ان علاقوں کی طرف زیاد توجہ دینی چاہئیے جو قیام پاکستان سے لیکر تاحال خاص کر انتخابات کے موقعہ جمعیت سے گہری وابستگی کا اظہار کر چکے ہیں اگر پوری قوت کا پچاس فیصد حصہ تمام ملک کے لئے خاص ہو او پچاس فیصد محنت ان علاقوں میں ترجیحی بنیادوں پر ہو جہاں سے جمعیت کے نمائندہ کی کامیا یقینی ہے - تو اس سے جمعیت کی کارکردگی بڑھ سکتی ہے لیکن ایسی صورت میں پورے ملک

Scanned with CamScanner

نظر انداز کرنے سے جمعیت علاقائی جماعت کی حیثیت اختیار کر سکتی ہے اس سے بچنے کے لئے تدابیر اختیار کرنی ہوں گی۔

اگرچہ دنیا بھر میں سیاسی جماعتیں طلبہ کو اپنا آلہ کار بنا کر ان کی صلاحیتوں پر ڈاکہ ڈالتی ہیں لیکن تعلیمی ماہرین میں سے کسی کو اس سے انکار نہیں کہ تعلیمی ماحول کو سیاسی ہنگاموں سے پاک رکھنا تعلیم کی ترقی ہے یہی وجہ ہے کہ حزب اختلاف میں رہتے ہوئے طلبہ کو سیاست کے میدان میں دھکیلنا اپنی کامیابی سمجھتے ہیں لیکن برسر اقتدار آکر تعلیمی اداروں کو سیاست سے پاک رکھنے کے لئے بڑے بڑے اعلانات کرتے ہیں۔ کسی سیاسی لیڈر کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کا بچہ تعلیم کے دوران سیاست کی فضاء آلودہ ہے اس لئے جمعیت کو اس میدان میں انفرادی حیثیت اپنانی ہوگی کہ مدارس عربیہ کے طلباء کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے عملی سیاست سے ان کو دور رکھیں تاہم نظریاتی طور پر اکابر کا خوگر بنانا اور سیاسی میدان کے لئے ان کا نظریہ بنانا ضروری ہے لیکن عملی سیاست سے ان کو دور رکھنا ان کی تعلیمی صلاحیتیں بڑھانے کے مترادف ہے آخر کار فقہاء جب ایام طالب علمی میں نفلی عبادت میں شغل کی بجائے یا مشائخ عظام تسبیح و اوراد کی بجائے تعلیم پر توجہ دینا زیادہ اہم سمجھتے ہیں تو پھر سیاسی میدان میں نونہال قوم کو دھکیلنا کہاں کا انصاف ہے؟ اس لئے طلباء کی بجائے فضلاء پر یہ محنت زیادہ ہونی چاہیئے۔

بہر حال ادارہ العصر آخر میں ایک بار پھر اکابرین جمعیت کو دل کی گہرائیوں سے ایسے کامیاب اجتماع پر خراج عقیدت پیش کرتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی کے مزید مواقع سے نوازے۔ آمین

(۱۵۲)

والعصر ان الانسان لفی خسر

۵/۲/۱۴۲۲ھ

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمن

واذ قلتم یموسی لن نصبر علی طعام واحد فادع لنا ربك یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها قال اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مصرا فان لکم ما سألتم وضربت علیهم الذلة والمسکنة وباء و بغضب من الله ذلك بانهم کانوا یکفرون بایات الله ویقتلون النبین بغیر الحق ذلك بما عصوو کانوا یعتدون ٥

ترجمہ۔ اور یاد کرو وہ وقت جب تم نے مطالبہ کیا کہ ہم ایک خوراک پر کبھی قناعت نہیں کر سکتے پس ہمارے لئے اپنے پروردگار سے مانگ لیجئے۔ کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار میں سے ساگ، ککڑی، گیہوں اور مسور پیاز پیدا کرے۔ موسیٰ نے کہا کیا تم ایک بہتر چیز کے بدلہ ادنیٰ درجہ کی چیز لینا چاہتے ہو۔ شہری آبادی کی راہ لو پس وہاں تم کو وہی چیز مل سکتی ہے جو تم مانگتے ہو۔ ان کی اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان پر ذلت و خواری اور پستی و بدحالی مسلط ہو گئی اور قہر خداوندی کو انہوں نے دعوت دی یہ اس لئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے اور بغیر کسی وجہ انبیاء کو قتل کرتے رہے یہ در حقیقت ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا نتیجہ تھا۔

محاسن :-

نوع اول کے آٹھ انعامات کے ضمن میں دوسرے عذاب کا تذکرہ ہے۔ اس کا تعلق بھی وادی تیہہ سے ہے جہاں بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے مہمان بن کر ﴿من و سلوی﴾ سے لطف اندوز ہو رہے تھی تیار خوراک میں اگرچہ تنوع نہیں تھا لیکن احکم الحاکمین کی ضیافت کی وجہ سے ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے یہ خوراک ان کے لئے مفید تھی چاہیئے تھا اس پر صبر کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے لیکن بد قسمتی ان پر غالب ہو کر انہوں نے موسیٰ علیہ

(۱۵۳)

السلام سے مطالبہ کیا کہ اے موسیٰ سال بھر اس کھانے سے ہمارا جی بھر گیا ہی ہم ایک خوراک پر قناعت نہیں کر سکتے اس لئے اس میں تبدیلی کیجئے خود ہی متبادل خوراک کی فہرست دی چونکہ یہ لوگ مصر میں کاشت کاری اور کھیتی باڑی کے عادی تھے۔ زمینی پیداوار ان کی خوراک تھی اس لئے ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز کی فرمائش کی۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سمجھایا کہ بہتر خوراک کے بدلے تمہیں ادنیٰ درجہ کی خوراک کا مطالبہ مناسب نہیں پھر بھی جب تم مطالبہ کر رہے ہو تو پھر یہاں سے تم کسی شہری آبادی کی راہ تلاش کرتی ہوگی بے شک تمہاری فرمائش وہاں پوری ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے آگے ان کی زندگی کا افسوسناک باب شروع ہوا۔ چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور ان سے مقابلے سے گریز نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نمائندوں کو قتل کرنا ان کا معمول تھا سینکڑوں انبیاء کو ایک دن میں قتل کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اس لئے یہی لوگ زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق ٹھہرے ذلت و رسوائی اور فقر و تنگدستی ان کی مقدر بنی - چنانچہ یہ سب کچھ ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا انجام رہا۔

آیت سمجھنے کے لئے دو باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے۔

(1) پہلی بات یہ ہے کہ یہود نے یہاں محض ایک خوراک کی تبدیلی کا مطالبہ کیا اور وہ بھی ایسی خوراک مانگنے لگے جو مدتوں سے یہ لوگ مصر میں کھاتے رہے یہ ان کی مرغوب غذا تھی اور طبعی تقاضا تھا کیا طبعی تقاضوں پر تکلیف دی جاتی ہے یا نہیں ؟ حالانکہ یہی ایک مطالبہ ان کی ذلت و رسوائی کا پیغام ثابت ہوا۔

(2) دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہود کو تنگدستی فقر و فاقہ اور دنیا میں رسوائی کی جو سزا دی گئی کیا یہ موقت سزا تھی یا قیامت تک ان پر مسلط رہے گی اگر دوسری صورت ہو تو پھر دنیا میں ان کو اقتدار کیوں دیا جاتا ہے آج بھی یہود مٹھی بھر ہونے کے باوجود دنیا کے اقتصادیات پر قبضہ کئے ہوئے ہیں اسرائیل حکومت صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے دردِ سر

بنی ہوئی ہے

کیا خوراک کی تبدیلی کا مطالبہ جرم ہے ؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں بظاہر یہ خوراک کی تبدیلی کا مطالبہ تھا لیکن اس کے پس منظر میں ان کا وہ باطنی خبث کارفرما تھا جو ان کے بڑے بڑے جرائم کے ارتکاب کا باعث بنا یہ لوگ وادی تیہہ میں اللہ تعالیٰ کے مہمان تھے ان کو جو کھانا ملتا رہا وہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے لبریز تھا اس میں کوئی مضر پہلو شامل نہیں تھا اس کے باوجود اس کی تبدیلی کا مطالبہ ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے ؟ ﴿من و سلویٰ﴾

چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کیا ہوا کھانا تھا اس سے روحانیت کی ترقی تھی کیونکہ جس چیز سے پیغمبر کی نسبت قائم ہوتی ہے اس سے باطنی قوت بڑھتی ہے گذشتہ سال مدینہ منورہ میں ایک بزرگ فرمانے لگے کہ یہاں جو سبزی مدینہ کی زمین کی ہو اس کے کھانے سے باطن میں نور پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کے حبیب سے ہے ایسی ہی ﴿من و سلویٰ﴾ روحانی لیبارٹری سے ٹیسٹ ہو کر ان کو ملتا رہا اس لئے اس کے کھانے سے قوت بہیمی کو نشوونما نہیں ملتی رہی وہ ہمیشہ مغلوب رہتی لیکن جب ہاتھ کی کمائی یعنی زمینی پیداوار کھانے لگے تو قوت ملکی مغلوب رہ کر قوت بہیمی کو بڑھنے کا موقعہ ملا یہی وجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا مطالبہ سن کر حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کیا تم ایک بہتر خوراک کے بدلہ ادنیٰ خوراک کو ترجیح دے رہے ہو انبیاء چونکہ روحانی امراض کے علاج کے ماہرین ہوتے ہیں اس لئے آپ ﴿زمینی پیداوار﴾ اور ﴿من و سلویٰ﴾ کا موازنہ کر کے باہمی تفرقہ سے اس کے اثرات کا ادراک کر سکے ورنہ سبزی کھانے میں بظاہر کونسی فطرت ہے ؟ لیکن اس سے نسبت کٹ جانے سے جن لوگوں کے پیٹ میں یہ غذا چلی گئی ان کی طبیعت میں فتنہ و فساد کا ایک طوفان برپا ہوا - چنانچہ ان کی خباثت کی حالت یہاں تک پہنچی کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے انبیاء کو قتل کرنے لگے اور خدائی آیات سے انکار کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں بنی اسرائیل نے ایک دن میں تین [illegible] نبیاء قتل کئے اس

بڑھ کر جرم اور کیا ہو سکتا ہے ؟ چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک دوسری روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قیامت کے دن اس شخص کو بدترین سزا دی جائے گی جس نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے پیغمبر کو قتل کیا یا پیغمبر نے اس کو قتل کیا ہو۔ میدان تیہ اس وقت اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ تھا ایسی نافرمانی کے بعد چونکہ ان کو یہاں رہنے کا حق نہ رہا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم فرمائشی خوراک مانگتے ہو تو پھر یہاں سے تم کو نکل کر کسی شہر کا رخ اختیار کرو گے یہ خوراک تمہیں وہاں میسر ہو گی۔

یہود پر دائمی ذلت کا مطلب۔ جہاں تک دوسرے نکتہ کی بات ہے تو ممکن ہے یہ سزا دائمی نہ ہو بلکہ خاص وقت کے لئے ان پر غربت، فقر و فاقہ، تنگدستی اور ذلت وخواری مسلط کی گئی ہو آباؤاجداد کے جرم میں پوری نسل کو قیامت تک سزا دینا بظاہر مناسب نہیں اس لئے موجودہ وقت میں یہودیوں کی حکومت کا قیام یا اقتصادی میدان میں ان کی ترقی سے کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا ہے۔ قرآن میں زیر نظر آیات یعنی ﴿وضربت عليهم الذلة والمسكنة﴾ ان پر ذلت اور تنگدستی مسلط کی گئی۔ اور سورۃ آل عمران میں سزا کے دائمی ہونے کی صریح نشاندہی نہیں پائی جاتی۔ وہاں فرمایا۔

ضربت عليهم الذلة اين ما ثقفوا الا بحبل من الله و حبل من الناس مقرر کی گئی ہے ان پر ذلت جہاں کہیں دیکھی جائیں الایہ کہ اللہ تعالیٰ یا اس کی مخلوق کے ہاں پناہ لے

ان آیات کی روشنی میں یہ سزا ان کو کئی بار دی گئی ہے چنانچہ یہود کی تاریخ ایسے المناک واقعات سے بھری پڑی ہے کہ ان کو بار بار دشمنوں نے نیست و نابود کیا یہاں تک بسا اوقات ان کو خشکی میں جائے پناہ نہ مل سکی۔ کشتیوں میں سوار ہو کر ان کو زندگی گزارنی پڑی انقلابات زمانہ کے شکار ہو کر اگرچہ ہر قوم کو تکوینی طور پر نشیب و فراز کے دور سے گزرنا پڑتا ہے لیکن یہود چونکہ دین دشمنی میں پیش رہے اس لئے ان کو ان حالات کا سامنا بطور سزا

کرنا پڑا یعنی ائمہ تفسیر سے ان کے بارے میں اس سزا کے دائمی ہونے کے آثار ملتے ہیں۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

﴿لايزالون مستذلين من وجدهم استذلهم وضرب عليهم الصغار﴾ ہمیشہ کے لئے یہ لوگ خوار رہیں گے جس کو بھی ان پر موقعہ ملے گا تو ان کو ذلیل کر کے ان پر ٹیکس مقرر کرے گا۔

اس لئے پھر یہود کے فقر و فاقہ سے طبعی خساست مراد ہے یہ لوگ دنیا میں ایسے رہیں گے کہ فقر و فاقہ تنگدستی ان پر غالب رہے گی چنانچہ اقتصادی میدان میں اگرچہ ان لوگوں کے پاس مال و دولت ہو لیکن پھر بھی ایک ایک پیسہ کے لئے ترستے ہیں دنیا میں سودی نظام کا قیام اور پھر اس کو تحفظ دینا یہودیت کی یادگار ہے یہی ان کی مسکنت کی چادر ہے جو اوڑھ کر یہ لوگ اقتصادی منڈی میں پھر رہے ہیں ایسا ہی اسرائیلی حکومت کا قیام بھی ان کی ذاتی خوبیوں کا نتیجہ نہیں جس کو ان کا کارنامہ قرار دیا جا سکے بلکہ ان کی پشت پر امریکہ اور دوسرے یورپی ممالک کھڑے ہیں جنہوں نے عرب کے خلاف اپنے لئے ایک چھاؤنی قائم کی ہے اسرائیل ان لوگوں کی نظروں میں ایک غلام اور نوکر سے زیادہ نہیں چنانچہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی اور ضد و عناد کی وجہ سے بنی اسرائیل پر ذلت و رسوائی اور تنگدستی و محتاجی ہمیشہ کے لئے مسلط کر دی گئی۔ دنیا میں یہ قوم جہاں بھی ہے ذلیل و خوار اور فقیر و محتاج ہے۔ اگر ان میں دولتمند ہیں بھی تو گنتی کے چند آدمی ہیں باقی رہے عوام تو ان کا شمار دنیا کی مفلس ترین اقوام میں ہے اب اسرائیل کی ایک چھوٹی سی حکومت بھی دنیا کے نقشہ پر نمودار ہو گئی ہے مگر یہ حکومت حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ امریکہ نے مشرق وسطی میں اپنے مخصوص سیاسی مفادات کے پیش نظر ایک کاغذی ڈھانچہ سا کھڑا کر رکھا ہے اس کی اپنی کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی کوئی منفرد پالیسی ہے اگر آج امریکہ اس کی امداد سے دست کش ہو جائے تو سورج ڈھلنے سے پہلے اسرائیلی حکومت کی ہڈی پسلی

Scanned with CamScanner

نہ ملے (جواہر القرآن ج ۱/۳۹)

ایک تیسری توجیہ کی گنجائش بھی ہے کہ ذلت اور فقر کا ایک دائرہ دنیا کے نظام تک محدود ہے جو نظروں کے سامنے ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو نظروں سے اوجھل ہے قرآن کا اس سے کوئی سروکار نہیں کہ یہود کو حکومت ملے یا نہ ملے یہ دنیا میں مادی دولت سے لیس ہوں یا نہ ہوں بلکہ اس سے روحانی طور پر فقر و فاقہ اور ذلت مراد ہے چنانچہ ان کی ذلت اور رسوائی کا یہ حال ہے کہ امریکہ اور دوسرے حلیف ممالک کو بھی ان پر اعتماد حاصل نہیں خود مسلمان پانچ وقت نمازوں میں ﴿مغضوب علیھم﴾ سے بار بار ان کا تذکرہ کرتے ہیں کیا یہ ذلت نہیں اور کیا ہے؟ آج بھی فلسطین میں حکومت کے قیام کے باوجود دنیا میں ایک مہذب قوم کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ رسوا ہو کر دربدر پھر رہے ہیں۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصاری والصابئین من امن باالله والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون o

ترجمہ۔ بے شک وہ لوگ جو تا حال زبان سے ایمان لائے۔ یا یہودی اور عیسائی ہوں یا صابی جو بھی صدق دل سے اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کا بدلہ اس کے رب کے پاس موجود ہے ان پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ کسی غم کے شکار ہوں گے۔

محاسن:۔

یہ نوع اول کا تتمہ ہے گذشتہ واقعات سے یہود کے بارے میں مایوسی چھائی [illegible] ممکن ہے آئندہ نسلوں پر ہدایت کے دروازے بالکل بند کئے گئے ہوں کبھی ان کو ایمان لانے کا موقعہ نہیں دیا جاتا ہو اس لئے اس آیت میں امید کی کرن دکھائی جا رہی ہے۔ کہ ان تمام حالات کے باوجود پھر بھی ہدایت کے دروازے پوری دنیا کے لئے کھلے ہیں یہاں تک کہ [illegible] عیسائی یا صابی جو بھی صدق دل سے اللہ تعالی اور روز آخرت

ایمان لا کر شریعت محمدیؐ کے مطابق اپنی زندگی گزارے تو اللہ تعالی کے دربار میں اس کی مزدوری محفوظ ہے وہاں جا کر یہ ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ ہوں گے آئندہ کے کسی خطرات سے نہیں ڈریں گے اور نہ گذشتہ حالات کے بارے میں کسی افسوس کرنے کا موقعہ ان کو دیا جائے گا۔

﴿ان الذین امنوا﴾ سے منافقین مراد لینے میں بظاہر کوئی شبہ نہیں اگرچہ یہ بھی مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں پھر بھی ہدایت کے دروازے ان کے لئے کھلے ہیں بشرطیکہ خلوص سے یہ لوگ مان جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مخلص مسلمان مراد ہوں اور آیت میں اللہ تعالی کی خاص مہربانی کا تذکرہ ہے کہ آپ کی مغفرت کے فیصلے پوری مخلوق کے لئے ہے خواہ فرمانبردار ہو یا نافرمان بشرطیکہ نافرمانی چھوڑ کر فرمانبردار بن جائے

اس آیت میں ایمانیات کے صرف دو شعبے ذکر کئے ہیں کہ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر ایمان ہو لیکن اس میں صرف ان دونوں کی تحدید مراد نہیں بلکہ اول اور آخر ذکر کر کے ایمانیات کے اس سلسلہ کی طرف اشارہ ہے جس کو شریعت نے اعتبار دی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جبرائیل نے جب آپ سے ﴿اخبرنی عن الایمان﴾ کا سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالی پر اس کے فرشتوں، کتابوں، رسل، یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان ہے۔

اس لئے ﴿من امن باالله والیوم﴾ سے تمام ایمانیات مراد ہیں
(۱۵۹)

Scanned with CamScanner

طلبہ علوم نبوت احساس کمتری کا شکار نہ ہوں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور جامع فاروقیہ کراچی کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب گزشتہ دنوں عالمی دیوبند کانفرنس کے موقع پر پشاور تشریف لائیں بیماری اور نقاہت کے باوجود کمال شفقت و مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جامعہ عثمانیہ تشریف لائیں اور طلبہ سے نہایت مختصر مگر جامع اور قیمتی خطاب فرمایا-اس موقع پر جامعہ کے مہتمم مولانا مفتی غلام الرحمٰن جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر مولانا سید غلام نبی شاہ صاحب جامعہ سعیدیہ اوگی کے مہتمم شیخ القرآن مولانا سعید الرحمٰن صاحب جامعہ کے اساتذہ اور دیگر علماء اکرام بھی موجود تھے -ذیل مین ان کا خطاب افادۂ عام کیلئے نذر قارئین ہے (ادارہ)

خطبه مسنونه !

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم (انما الاعمال بالنيات وانما لامرئی مانوی ف... كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجر... الى دنيا يصيبها او امرأة تيزوجها فهجرته الى ماها جرا ليه)

حدیث کے متعلق اجمالی یا تفصیلی گفتگو کا اس وقت کوئی ارادہ نہیں-مگر یہ... ذہن میں آئی کہ اللہ تعالی نے ہمیں حیات اور زندگی عطاء کی ہے- ہمارا اپنا وجود ہمارا... نہیں اسی طرح ہماری حیات بھی مستعار ہے ہم اس کے مالک نہیں، اللہ نے ہمیں وجو... اور انہوں نے ہی حیات عطا فرمائی اس زندگی کو لوگ دنیا میں مختلف اغراض ومقاصد... استعمال کرتے ہیں- لیکن یہ بدہی ہے- کہ اس کے استعمال میں کسی کو اپنی مرضی کا ا... نہیں- یہ اللہ رب العالمین کی ملک ہے اس لیے اس کا جو استعمال جو رب نے بتایا ہے

درست ہے کسی اور طرح کا استعمال قطعاً درست نہیں-

آپ حضرات کی خوش نصیبی پر جتنا رشک اور فخر کیا جائے کم ہے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو علم نبوت سے آشنائی کا موقع نصیب فرمایا ہے- باہر کی زندگی میں آپ کو بچے، جوان، بوڑھے اور ہر طرح کے لوگ بکثرت ملیں گے- جن کی اکثریت مقصد حیات سے ناواقف اور بے خبر ہے- حق سبحانہ وتعالی نے آپ حضرات کو مقصد حیات سے باخبر ہونے کا بہترین موقع نصیب فرما کر آپ کو یہاں بھیج دیا اور آپ صبح و شام اور دن اور رات اپنے مقصدر کے حصول میں لگے ہوئے ہیں-

علم کے حصول کیلئے اس زمانے میں جو سہولیات ہیں- پہلے زمانے میں اس کا تصور تک نہیں تھا اس کی بھی قدر کرنا ضروری ہے اور اس بات کے تکملہ کے طور پر یہ بھی عرض کردوں- کہ طلبہ علوم نبوت کبھی بھی احساس کمتری کا شکار نہ ہوں ورنہ خود بھی تباہ ہوں گے اور دوسروں کی تباہی کا بھی سبب بنیں گے - یہ بات پہلے باندھ لیں اور کبھی اس احساس کو قریب نہ آنے دیں- مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ اس پر اترائیں اور تکبر کریں- نہیں بلکہ آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں-

دوسری بات - آپ طالب علم ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے طلب علم اساتذہ، منتظمین، معاونین اور مخلصین کس قدر سعی اور محنت کرتے ہیں- اس کا آپ کو احساس نہیں -آپ اس کا احساس کریں- اور ان حضرات کی قدر کریں- ان سے محبت کریں- اس سے آپ کے علم میں برکت ہو گی-

تیسری بات - طلبہ مختلف استعداد والے ہوتے ہیں - کوئی ادنی کوئی متوسط اور کوئی اعلی استعداد کا مالک ہوتا ہے- لیکن محنت اور کوشش کر کے ادنی متوسط اور متوسط اعلی استعداد کا مالک بن سکتا ہے- اس لئے محنت ضروری ہے اگر کوئی کہتا ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہے- کچھ یاد نہیں رہتا تو اس کو مایوس نہیں ہونا چاہئیے محنت کرنی چاہئیے- یہ محنت کبھی ضائع نہیں ہو گی -کبھی کم استعداد والا اعلی استعداد والے سے زیادہ دین کی خدمت کر لیتا ہے-

چوتھی بات -اسباق، تکرار اور آئندہ سبق کے لئے مطالعہ کی پابندی تو ضروری ہے ہی
اس کے ساتھ ساتھ طالب علم کے لئے گناہوں سے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے
گناہوں سے اپنے آپ کو بچائیں-آپ کے علم میں نور پیدا ہوگا-صرف گناہوں سے نہیں
بلکہ لایعنی باتوں سے بھی خود کو بچائیں-لوگ اس کا خیال نہیں کرتے حالانکہ اس کے بہت
نقصانات ہیں-اپنی فرصت کے اوقات میں اور جلوت وخلوت میں لایعنی سے پرہیز کریں۔
اللہ آپ سب کو علم نافع عطا فرمائے-وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین-

ضروری اعلان !

مضامین ومراسلات کے لئے ﴿ماہنامہ العصر﴾ کے درج ذیل پتہ پر رابطہ فرمائیں-

مدیر ﴿العصر﴾ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور پوسٹ بکس نمبر 1209

سالانہ فیس بصورت ڈرافٹ، یا منی آرڈر - پتہ کی تبدیلی اور رسالہ کے متعلق شکایات کے خطوط درج ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں-

مولانا جلال الدین، ناظم ماہنامہ ﴿العصر﴾

جامعہ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور

پوسٹ بکس نمبر 1209

دار الافتاء

مفتی غلام الرحمٰن

بارانی زمین میں مشقت اٹھاتے وقت نصف عشر کا وجوب

سوال-ہمارے علاقہ کی اکثر زمین بارانی ہے -بارش کے پانی بروئے کار لانے کے لئے بسا اوقات بڑے بڑے بند بنائے جاتے ہیں--جس پر ٹریکٹر اور دیگر مزدوری آتی ہے کیا ایسے پانی سے سیراب ہونے والی زمین کی آمدنی سے عشر لیا جائے گا یا نصف عشر ؟

میری تحقیق ﴿نجم الفتاوی﴾ کی پہلی جلد کے آخر میں دیکھی جاسکتی ہے آپ اپنی رائے سے اس کے بارے میں مطلع کریں-

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی زید مجدھم

بذریعہ فون

الجواب وباللہ التوفیق

فقہاء کے درمیان یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ جہاں کہیں فصل کی سیرابی میں زیادہ محنت کی ضرورت نہ پڑے مثلاً بارانی پانی سے اس کی سیرابی ہو- تو اس میں عشر یعنی 1/10 واں حصہ واجب رہے گا لیکن جہاں کہیں سیرابی محنت کا محتاج ہو زمیندار پر جانی یا مالی بوجھ پڑے تو شریعت کے عادلانہ نظام میں اس پر عشر کی بجائے نصف عشر یعنی 1/20 واں حصہ لازم رہے گا-

بخاری کی روایت ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں- فیما سقت السماء والعیون اوکان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر
(بخاری ج ۱/ ۲۰۱)

ترجمہ- جو زمین بارش (سے بالذات یا بالواسطہ) چشموں یا پانی کے ذخیرے سے سیراب ہو
میں عشر رہے گا اور جو کنویں سے کسی ڈول یا حیوان کے ذریعہ سیراب ہو اس سے نصف
لیا جائے گا- یہی روایت مسلم ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں اس سے ملتے جلتے
سے مروی ہے- بلکہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں مجھے جب یمن بھیجا گیا تو مجھے حضرت ر
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا- أن أخذ فیما سقت السماء اوسقی
العشر وما سقی بدالیة نصف العشر (المغنی لابن قدامه ج ٤/١٦٥)

ترجمہ:- مجھے حکم دیا گیا کہ جو زمین باران سے یا اس کے ذخیرہ پانی سے سیراب ہو اس سے
لیا کروں اور جو کسی ڈول وغیرہ سے سیراب ہو اس سے نصف عشر لیا کروں-

ان روایات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عشر اور نصف کے وجوب کا
فرق مؤنت (مشقت) کا ہونا ہے جہاں کہیں فصل کے حصول خاص کر سیرابی میں مشقت
سامنا ہو تو اس میں نصف عشر واجب رہے گا ورنہ عشر لازم ہے- چنانچہ ابن عابدین
عشر کے وجوب کے لئے ﴿کثرۃ المؤنۃ﴾ کی علت کی نشاندہی کرتے ہیں پھر یہ بھی
کہ ﴿مونت﴾ کا دائرہ کار صرف جسمانی تکلیف تک محدود نہیں بلکہ مالی اور بدنی بوجھ دو
پر اس کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ موصوف فرماتے ہیں-

فلواشتری ماء بالقرب أوفی حوض ینبغی ان یقال بنصف العشر لان
ربما تزید علی السقی بضرب اودالیة (مقامی ج ٢/٥٥)

پس اگر کسی نے زمین کے لئے مشکیزے کے ذریعہ پانی خرید یا حوض میں پا
رقم ادا کی تو چاہئے کہ اس میں نصف عشر ادا ہو کیونکہ یہ تکلیف کبھی ڈول کے ذریعہ پا
سے زیادہ ہوتی ہے-

اور علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں

﴿وفی الجملہ کل ما سقی بکلفة ومؤنة ----- ففیه نصف العشر
سقی بغیر مونته ففیه العشر کما روینا من الخبر ولان للکلفه تأثیر

اسقاط الزکوۃ جملة بدلیل المعلوفة فبأن یوثر فی تخفیفها أولی (المغنی
لابن قدم ٤/١٦٥)

ترجمہ- خلاصہ کلام یہ رہا کہ جو زمین تکلیف اور مشقت سے سیراب ہو------ پس اس میں
نصف عشر واجب رہے گا اور جو بغیر تکلیف کے سیراب ہو اس میں عشر ہے جیسا کہ حدیث
سے ثابت ہے مزید برآں تکلیف کی زکوٰۃ کے اسقاط پر ایک خاص اثر ہے جیسا کہ حیوانات کو
گھر پر چارہ دیتے وقت تکلیف کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں-

اس میں کسی اختلاف کے بغیر ایک اتفاقی حکم سامنے آتا ہے لیکن سوال یہ وارد ہوتا
ہے کہ مذکورہ بند باندھ کر زمین کو پانی دینا ابھی ذخیرہ کے حکم میں ہے یا مونت کا شکار ہو کر
اس میں نصف عشر واجب ہے نجم الفتاوی میں متعدد سائلین کے سوالات کے مطالعہ سے
اندازہ ہوتا ہے کہ اس بند باندھنے میں کافی اخراجات اٹھانے پڑتے ہیں یہ سیلاب کا کوئی ایسا
پانی نہیں جو ایک آدھ آدمی کے بیلچہ لیکر راستہ بنانے پر زمین تک پانی کو رسائی حاصل ہو بلکہ
اس میں ٹریکٹر یا دوسرے آلات استعمال کر کے پانی حوض کی طرح جمع کیا جاتا ہے اور پھر اس
سے زمین والے باری باری اپنی زمین سیراب کرتے ہیں- میرے خیال میں یہ بھی مونت
کے دائرہ میں شمار ہو کر آمدنی پر نصف عشر واجب رہے گا-

بارانی پانی کے نام سے دھوکہ کا شکار نہیں ہونا چاہئیے تاکہ اس میں عشر کا وجوب ہو
کیونکہ ویسے ہر قسم کا پانی خواہ کنویں سے نکالنا پڑے یا کسی دوسری جگہ سے حیوانات پر لانا
پڑے تمام بارش کا پانی ہے لیکن اس میں مونت اور تکلیف اٹھانے سے آمدنی کے عشر میں
چھٹکارا ملتا ہے ایسا ہی محنت بھی کلی مشکك کے درجہ میں ہو کر کم اور زیادہ سب پر اس کا
اطلاق ہوتا ہے بارانی زمین میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں محنت ہوتی ہے- زمیندار کدالی اور
بیلچہ لیکر کبھی پانی کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے لیکن عرف میں یہ بوجھ شمار نہیں ہوتا البتہ
جہاں بند باندھنے پر ہزاروں روپے خرچ ہوں تو بوجھ شمار ہو کر عشر میں تخفیف کا ذریعہ
ثابت ہوگا- واللہ اعلم

Scanned with CamScanner

آہ ! شہدائے فاروقیہ

بچھڑے وہ اس انداز سے کہ رت ہی بدل گئی

مولانا عبدالرزاق
ناظم تعلیمات جامعہ فاروقیہ کراچی

جامعہ فاروقیہ کراچی کے اساتذہ کی شہادت نے گلشن جامعہ کو ویران کردیا۔ معصوم چہرے ، فرشتہ صفات انسان ، اولیاء اللہ ، عجیب و غریب صفات واخلاق کے حامل الفت و محبت کے پیکر کہاں بھلائے جاسکتے ہیں- جنہوں نے اپنی پوری زندگی قال اللہ وقال الرسول پڑھتے پڑھاتے گزاری - ۲۸ جنوری ۲۰۰۱ء کے وہ لمحات ابھی تک میرے ذہن میں تازہ ہیں- کہ جب میں سوا آٹھ بجے جامعہ کے گیٹ پر پہنچا تو پتہ چلا کہ حضرات اساتذہ کو شہید کر دیا گیا- جب تک میں نے ان کے چہروں کو دیکھا نہیں تھا مجھے یقین نہیں آرہا تھا اس لئے کہ وہ گمنام شخصیات اپنے کام سے کام رکھنے والے جامعہ سے مسجد اور مسجد سے جامعہ اور بس-

وہ تو دشمن کو قتل کرنے کے مخالف تھے -وہ تو مخالفین کی زندگی کے خواہاں تھے اور دلائل کی قوت سے ان کو راہ راست پر لانے کے قائل تھے -لیکن اگر ماضی قریب کے واقعات کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے-کہ اہل باطل ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مدارس اور مدرسین پر حملہ کرتے ہیں تاکہ علماء ساز فیکٹریوں پر زد پڑے اور وہ دینی مدارس جو دین اسلام کے قلعے ہیں - اور مختلف پلیٹ فارموں پر دین کا کام کرنے والے جملہ شعبہ جات کی آبیاری ان ہی مدارس سے ہوتی ہے- ان کو نقصان پہنچے -لیکن انشاء اللہ ہم ان کے اس منصوبے کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے- اس لئے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اور استاد الحدیث

حضرت مولانا حمید الرحمٰن نور اللہ مرقدہ اور مفتی محمد اقبال صاحب نور اللہ مرقدہ دنیا سے تو چلے گئے - لیکن انہوں نے اپنے پیچھے ہزاروں روحانی فرزند چھوڑے ہیں جو اپنی جملہ صلاحیتیں صرف کرکے ان کے مشن کو جاری رکھیں گے - جامعہ کے ان تین حضرات اساتذہ سے میرا گہرا تعلق تھا استاد اور شاگرد کا رشتہ تو میٹھا ہی ہوتا ہے -اور انتظامی معاملات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ان کی تجربات سے مجھے مستفید ہونے کا بھی پورا موقع میسر ہوا مجھ ناتواں کو تو قدم بہ قدم ان حضرات سے مشوروں کی ضرورت پڑتی تو ہر معاملہ میں ان سے مشورے کرتا - اور مجھے بہترین مشوروں سے نوازتے - آج میں اور جامعہ ان کے مشوروں سے محروم ہیں- مجلس مشاورت ان کے بغیر عجیب عجیب لگتی ہے- ظالم قاتل نے جامعہ کی کمر پر ایسا وار کیا- تاکہ جامعہ ایک لمبے عرصے تک نہ سنبھل سکے -ان حضرات کی رحلت سے جامعہ کو اتنا بڑا نقصان ہوا کہ اس کی تلافی مدتوں میں پوری ہوتی نظر نہیں آتی -وہ حضرات تو شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے--جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمنا فرماتے تھے -لیکن رہنے والے ان کی داغ مفارعت کہاں برداشت کر سکتے ہیں-

میری زندگی کا اکثر حصہ ان حضرات کی رفاقت میں گزرا- میں ۱۹۷۵ء میں جب سے جامعہ میں داخل ہوا اس وقت سے لیکر آج شہادت کے دن تک ان کے بہت قریب رہا- میں نے ان حضرات کی زندگی کے آخری ایام میں واضح فرق محسوس کیا-

شیخ الحدیث مولانا عنایت اللہ صاحبؒ

مولانا مرحومؒ ابتداء ہی سے انتہائی شفیق اور مشفق استاد تھے - طلبہ اپنے طرح طرح کے مسائل انہیں سناتے- حضرت پوری توجہ سے نہایت ہی اہتمام سے ان کی پوری بات سنتے -اور متعلقہ افراد سے ان کی بھرپور سفارش کرتے -وہ فرماتے تھے کہ یہ قوانین انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں-اس لئے استثنی کی صورت نکالی جائے اور فرماتے کہ میں تو اس کا قائل ہوں کہ جائز کام کی سفارش ہونی چاہیئے تاکہ سفارش کرنے والا اجر کا مستحق ہو

-کام کا ہونا یانہ ہونا تو دوسرے کے اختیار میں ہوتا ہے-حضرت کے ہر مشورے سے ان کی
طبعی شفقت کا ترشح ہوتا تھا-اور فرماتے کہ طلبہ تو اللہ تعالی کے مہمان ہیں-سبق کے علاوہ
دیگر معاملات میں ان پر سختی نہ کی جائے-اگر کسی طالب علم کو کوئی استاد ناکام کر دیتے اور
انہیں معلوم ہوتا تو فرماتے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک والے فرماتے
تھے-کہ طالب علم گھر سے علم دین کے حصول کے لئے روانہ ہو جائے تو چالیس نمبرات کا
مستحق ہو جاتا ہے عام طور پر دورہ حدیث کے داخلے لئے ایک کتاب کا امتحان ان کے پاس
ہوتا-طالب علم سے وہ معیاری امتحان لیتے-اور پاس کرنے کے ساتھ اس کی اصلی تصویر
پہ تبصرہ ضرور نوٹ فرماتے-ان کے درس کا انداز نہایت ہی دلچسپ ہوتا تھا-دوران درس
کوئی علمی لطیفہ ذکر کر کے سبق کے مزے کو دوبالا فرما دیتے-نہایت ہی مرنجا مرنج طبیعت
کے مالک تھے-نحو میر سے لیکر بخاری شریف تک اکثر کتب انہوں نے پڑھائیں-اور کبھی
کبھی سبق کے دوران اپنی مادری زبان پشتو کے ٹھیٹ محاورات استعمال کر کے فرماتے کہ اردو
میں اس کا ترجمہ اس لئے نہیں کہ ہر زبان کی الگ الگ اصطلاح ہوتی ہے-اگر اس کا مفہوم
اردو میں ادا بھی کر دیا جائے تو وہ اس لطافت سے محروم ہوگا جو کہ پشتو میں ہے اور اکثر و بیشتر
سبق کے دوران کوئی نصیحت آموز واقعہ ضرور سناتے ملک کے طول و عرض میں ان کی
شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے پنجاب،
سرحد سے ان کے شاگرد تشریف لائے اور آج تک ان کی تعزیت کے لئے مہمانوں کا سلسلہ
جاری ہے-ان کے ایک شاگرد نے ان کی شہادت سے قبل خواب دیکھا کہ جامعہ فاروقیہ کا
ایک مینار گر گیا ہے-وہ شاگرد حضرت مرحوم سے اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے کراچی
روانہ ہوا-یہاں کراچی میں پتہ چلا کہ حضرت شہید ہو گئے تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے-
ہم اس صدمے کو برداشت نہ کر سکے-تو کیا گزری ہوگی ان کے فرزند ارجمند مولانا عطاء
اللہ صاحب پر حضرت مرحوم نے اپنی اولاد کی خصوصی تربیت فرمائی-ماشاء اللہ ان میں سے
ہر ایک قاری حافظ ہے ہر ایک انتہائی ذہین و فطین ہے اور ان کو ان سے خصوصی پیار تھا-ہر

ماہنامہ العصر

باپ اپنی اولاد پر شفیق ہی ہوتا ہے-لیکن حضرت کا انداز اس سلسلے میں نرالا ہی تھا-اور ان کی
تربیت ہی کا اثر تھا کہ جب مولانا عطاء اللہ صاحب کو اس حادثہ کا پتہ چلا تو انہوں نے خود
انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا-اور اپنے بھائیوں کو بھی صبر کی تلقین کرتے رہے-ہر ایک کو
صبری کرنا پڑتا ہے کسی کی جدائی کے وقت غمگین ہونا ایک فطری امر ہے-خصوصاً کہ جب
انسان والد کے سائے سے محروم ہو جائے-بعض لوگ اس غم کی حالت میں اپنے جذبات کو
قابو رکھتے ہیں جبکہ بعض میں ہمت نہیں ہوتی کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اکرم ﷺ نے
جب دنیا سے پردہ فرمایا تو ایک طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تاثرات تھے اور
دوسری طرف سیدنا عمر رضی اللہ علیہ کے جذبات تھے-دونوں میں واضح فرق تھا-تو مولانا
عطاء اللہ صاحب نے اس موقع پر صبر و تحمل کا نمونہ پیش کیا-تعزیت کے لئے آنے والوں
کا تانتا بندھا ہوا تھا ہر ایک کے ساتھ ان کی مناسب گفتگو اور رخصت کرنے کا انداز انتہائی
نرالا تھا حضرت مرحوم کی عادات و خصائل میں یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ کسی کے ہاں
تعزیت کے لئے تشریف لے جاتے تو ایک مرتبہ پر اکتفانہ فرماتے-بار بار جا کر اس غمزدہ
کے غم کو دور کرنے کی کوشش کرتے-میری دعا ہے کہ اللہ تعالی حضرت مرحوم کو جنت
الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے-اور ان کے پسماندگان محبین و متعلقین اور شاگردوں کو
صبر جمیل عطا فرمائے-آمین

استاد الحدیث حضرت مولانا سید حمید الرحمن صاحب شہیدؒ

مولانا مرحوم میں اللہ تعالی نے عجیب و غریب خوبیاں ودیعت فرمائی تھیں انتہائی
خلیق بردبار بہترین منتظم، مدبر اور انتہائی ذہین تھے-ان کے پڑھانے کا انداز عام فہم شستہ اور
مرتب ہوا کرتا تھا-معمولی سی توجہ سے ان کا سبق ازبر ہو جاتا تھا جو کتاب پڑھاتے اس کا حق
ادا کرتے-طلبہ کے ساتھ ان کا رویہ درسگاہ کی حد تک بہت سخت ہوا کرتا تھا--جس سے ڈر
کر کوئی طالب علم ان کے سبق سے غیر حاضری نہ کرتا اور کسی کو یہ جرأت نہیں تھی کہ ان
کے سامنے اپنا کوئی عذر پیش کرے-جامعہ میں ہی ان کی تدریسی زندگی اکیس سال پر محیط

Scanned with CamScanner

تھی-سوائے ایک دوسال کے ہر سال مسلم العلوم کا سبق انہی کے پاس رہتا-اور عام
طلبہ سے مسلم العلوم کا سبق سنتے جس کو یاد نہ ہوتا اسے درس میں کتاب ہاتھ میں لیکر
ہونا پڑتا-چنانچہ سبق نہ سنانے کی پاداش میں ہر ایک کو یہ سزا قبول کرنی پڑتی-مولانا
ازراہ مزاح فرمایا کرتے تھے کہ ایک طالب علم سے فراغت کے بعد جب میری ملاقات
ہوئی تو میں نے کہا کہ آپ تو زمانہ طالب علمی میں کافی لاغر تھے-اور اب کافی صحت مند
آتے ہو-اب تو ماشاء اللہ آپ کی صحت قابل رشک ہے اس نے جواباً کہا کہ فاروقیہ میں
العلوم کے درس کی فکر نے ہمیں لاغر کر دیا تھا- فراغت کے بعد یہ فکر ختم ہوگئی-حضرت
مرحوم کے سختی طلبہ کے حق میں بہت مفید تھی پڑھنے والے طلباء آپ کی تعریف کر
کرتے تھکتے نہیں تھے- مولانا مرحوم ۱۹۹۰ء مطابق ۱۴۱۰ھ سے تین سال کے لئے ناظم
تعلیمات کے عہدے پر فائز رہے-ان کے تین سال اس عہدے پر رہنے کے بعد سے
تحریر بندہ اس خدمت کو انجام دے رہا ہے کسی طالب علم کے لئے یہ بات انتہائی مشکل ہو
کہ وہ اپنے کسی کام کے بارے میں حضرت مرحوم سے سفارش کی گزارش کرتے-لیکن عمر
کے اس آخری لمحات میں انہوں نے بہت سے طلبہ کے لئے مختلف قسم کی سفارشیں لکھ کر
مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا- مولانا مرحوم انتہائی اصول پسند قانون کا احترام کرنے والے اور
مرتب زندگی گزارنے والے تھے-جس مسجد میں مولانا خطیب تھے وہاں ان کی خطابت کا
عرصہ اٹھارہ انیس سال پر مشتمل ہے-ابتداء میں مسجد رحمانیہ کا انتظام وانصرام ایک کمیٹی
کے پاس تھا-لیکن صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم نے پہلی مرتبہ جب مولانا مرحوم کی
اقتداء میں جمعہ ادا کیا- تو انہوں نے اس مسجد کا انتظام پاکستان نیوی کے سپرد کر دیا اور اس
کے بعد تین مرتبہ انہوں نے جمعۃ المبارک کی نماز مولانا مرحوم کی اقتداء میں ادا کی-
مرحوم کا سب سے بڑا فرزند ارجمند حافظ مصباح الرحمٰن سلمہ صرف گیارہ سال کا ہے-
مرحوم نے رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ میں اپنے بیٹے سے قرآن کریم سنا اور نئے تعلیمی سال
کے ابتداء ہی سے ان کے لئے فکر مند تھے کہ ان کو تجوید میں داخلہ دلا دوں یا شعبہ کتب میں

مختلف ساتھیوں سے اس بارے میں مشورہ کرکے ایک مرتبہ حضرات اساتذہ جامعہ کے
اجلاس کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ذکر کیا تو حضرت نے یہ مشورہ دیا کہ اگر
مصباح الرحمٰن نے قرآن کریم کسی اچھے قاری صاحب سے حفظ کیا ہو تو پھر شعبہ تجوید کے
بجائے شعبہ کتب میں ان کا داخل کرنا مناسب ہوگا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے مشورے
کے مطابق انہوں نے حافظ مصباح الرحمٰن سلمہ کو جامعہ فاروقیہ کے درجہ اعدادیہ میں
داخل کروایا اتفاق ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی گھر میں آخری رات تھی اور مصباح
الرحمٰن کی پہلی رات جامعہ میں تھی- گویا کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں حافظ مصباح سلمہ
کو علمی سفر کے راستے پر گامزن کر دیا اللہ کرے کہ مولانا مرحوم کا یہ بیٹا اور ان کی جملہ اولاد
نیک صالح اور عالم باعمل بنے--جس طرح ان کی خواہش اور تمنا تھی اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی
توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے مولانا مرحوم ۲۷ فروری ۲۰۰۱ء ہفتے کے دن
یعنی شہادت سے ایک دن قبل جب جامعہ سے گھر رخصت ہو رہے تھے-حافظ مصباح
الرحمٰن کو جامعہ میں چھوڑ کر انہوں نے حافظ مصباح کی تربیت کے متعلق بہت سی باتیں
کیں جن کو آج میں ان کی وصیت سمجھتا ہوں، میری کوشش ہے کہ میں ان کی وصیت کے
مطابق ان کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس مشکل کام کو سر
کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے- مولانا مرحوم میرے استاد تھے اور میں ان سے
گفتگو کرتے ہوئے بہت ہی احتیاط کرتا تھا کہ میری زبان سے کوئی ایسا جملہ نہ نکلے جو ادب
کے خلاف ہو اور الحمد للہ میں نے اس کی پوری کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہوا لیکن
مولانا مرحوم باوجودیکہ میں ان کا شاگرد تھا لیکن آپ ہمیشہ میرے لئے ﴿آپ﴾ کا لفظ
استعمال کرتے ایک عالم کے جملہ اوصاف مولانا مرحوم میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے-وہ
محترم تھے اس لئے مجھ جیسے چھوٹوں کا بھی احترام کرتے تھے-بندہ مولانا کے ساتھ سفر میں
بھی رہا-ان کی جدائی سے میرے اوپر کیا گزری اور گزر رہی ہے-وہ میرا رب جانتا ہے-ان
کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا- خصوصاً جب میں ان کے معصوم بچوں کو دیکھتا ہوں تو میرے

Scanned with CamScanner

دل کی کیفیت غیر ہو جاتی ہے۔ اور اس وقت میری آنکھیں آنسو پر کنٹرول کرنے سے عاجز جاتی ہیں۔ یہ تو میری حالت ہے۔ ان کے معصوم بچوں پر کس طرح یہ دن گزر رہے ہوں گے جو سب زیر تعلیم ہیں اور پدری شفقت سے محروم ہو گئے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جملہ بچوں کو عالم باعمل بنا دے اور ان کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے اور ان کے متعلقین، محبین، رشتہ دار، شاگرد اور عزیز و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مفتی محمد اقبال شہیدؒ

جامعہ کے تیسرے شہید مفتی محمد اقبالؒ تھے جو اپنے بیٹے طلحہ اقبال کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔ موصوف انتہائی خلیق، بہترین منتظم اور نیک صالح انسان تھے۔ ان کی جامعہ کی زندگی پہلے دونوں اساتذہ کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ ان حضرات کی رفاقت تو جامعہ کے ساتھ بالترتیب پینتیس اکیس سال تھی لیکن مفتی صاحب کے ساتھ میرا تعلق دور طالب علمی سے ہی تھا ان کی فراغت ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ میں اس وقت درجہ ثانیہ کا طالب علم تھا فراغت کے بعد دو تین سال جامعہ کے استاد رہے اور پھر افتاء کے شوق نے انہیں جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخلے پر مجبور کر دیا۔ فراغت کے بعد وہاں بھی شعبہ تدریس کے ساتھ وابستہ رہے۔ اور کسی شعبہ کے نگران بھی تھے۔ اس کے بعد کراچی کے مختلف اور معیاری علاقوں میں دین کا کام انجام دیتے رہے۔ گزشتہ تعلیمی سال کے اوائل میں انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے سامنے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ زندگی کا بقیہ وقت اپنی مادر علمی میں گزارنا ہے۔ تو دارالافتاء میں ان کا تقرر ہوا۔ امسال انہوں نے اپنے دو بیٹوں طلحہ اقبال اور یاسر اقبال کا داخلہ جامعہ میں کروایا اور شہادت سے چار پانچ دن قبل ہی میرے توسط سے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ سے اجازت لی کہ میرے بچے غیر رہائشی ہوں اور میرے ساتھ ان کا آنا جانا ہو شاید اس گاڑی میں ان کا چوتھا دن تھا کہ یہ حادثہ

وجدہ پیش آیا۔ طلحہ اقبال تو علم کے سفر سے اپنے والد کی معیت میں ہمیشہ کے لئے جنت چلے گئے۔ جبکہ یاسر اقبال زخمی ہو گئے۔ مولانا مرحوم تبلیغی جماعت کے ساتھ سال بھر رہے اور جہادی تنظیم کے ساتھ بھی وابستگی رہی۔ ان کے مہمان خانے میں ہر وقت مجاہدین کا ہجوم رہتا تھا۔ وہ انتہائی حق گو، بے باک اور نڈر تھے اپنے نظریئے اور رائے کو دوسروں کے سامنے بہت عمدہ انداز میں پیش کرنا اور مخاطب کو قائل کرنے کا عجیب ملکہ اللہ تعالی نے انہیں ودیعت فرمایا تھا ان کی رائے یہ تھی کہ تبلیغ جہاد کے لئے واسطہ اور ذریعہ ہے۔ اصل مقصد جہاد ہے اور پوری قوت اور دلائل کے ساتھ اس کو ثابت کرتے۔ ان میں ولا یخافون لومۃ لائم کی صفت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ موصوف جود و سخا کے تلاطم تھے ان کی اور ان کے ساتھ ان کے فرزند ارجمند طلحہ اقبال کی جدائی جامعہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان کی صفات کے حامل افراد پیدا ہوتے ہوئے عمریں گزر جاتی ہیں اللہ تعالی نے ان کی شہادت مقدر فرمائی تھی تو کراچی مختلف علاقوں سے گھوم پھر کر واپس اپنی مادر علمی میں تشریف لائے۔ مجھے تو مولانا مرحوم کے والدین کے صبر و تحمل کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالی انہیں عجیب صبر عطا فرمایا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ان کی شہادت کی اطلاع ان کی اہلیہ تک پہنچی ہے تو وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتی ہے کہ میرے شوہر کی یہی تمنا تو تھی میری دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کے درجات بلند فرماوے اور ان کے محبین و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

جنت کی طرف تشکیل شدہ اس جماعت کا پانچواں ساتھی ڈرائیور عبدالحمید تھا جن کی شرافت دیانت کے آثار ان کے چہرے پر واضح تھے۔

موصوف انتہائی نیک اور صالح تھے۔ اساتذہ کی خدمت کرتے ہوئے خوش ہوتے تھے۔ جامعہ میں زیادہ وقت تو ان کا نہیں گزرا تھا لیکن ان کی تعریف کرتے کرتے لوگ تھکتے نہیں۔ اور ان کی شہادت اور صالحین کی خدمت کرنا ہی ان کے نیک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ شہداء کے درجات بلند فرمادے۔آمین

قاتل کون تھے-------پکڑے گئے---------چالان پیش ہوا

یہ سب باتیں مجھے اور مجھ جیسے ہزاروں شاگردوں کی تسلی کا باعث نہیں بنتی لئے کہ سینکڑوں علماء حق شہید ہو چکے ہیں۔کسی کے قاتل کو تو سزا نہیں مل سکی ہم تسلی اس صورت میں ہوگی کہ قاتل معلوم ہو تا ان سے خود بدلہ لیکر رہتی دنیا کے لئے عبرت کا نشان بنادیتے۔کہ ان جیسوں کا انجام ایسا ہوتا ہے۔یہ جذبات صرف میرے نہیں بلکہ میری طرح ہزاروں شاگردوں کے ہیں۔

اے شقی القلب قاتل تجھ کو آخر کیا ملا
ان کو جنت مل گئی تو کندہ دوزخ بنا

بقیہ تبصرہ کتب ص48

سوانح لکھنے کا بھی رواج ہے۔لیکن وہ تقریباً ایک شخص کے مجموعی تاثرات ہوتے ہیں۔لیکن خصوصی نمبر خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اس لئے کہ اس میں بڑی مقتدر اور بڑ روزگار رجال کے دل ودماغ پر مثبت تاثرات کا اظہار ہوتا ہے جنہیں پڑھ کر دل ودماغ کے معطر ہونے کے ساتھ قاری میں علم و عمل واخلاص کا شوق اور جذبہ بڑھ جاتا ہے۔قاری ایک بامقصد زندگی کی طرف کامیاب قدم اٹھانے کا اپنے اندر حوصلہ محسوس کرتا ہے۔اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی ٹھان لیتا ہے۔اس لئے اس خصوصی نمبر کے پیش کنندہ نے علمی و عملی دنیا میں بسنے والوں پر عظیم احسان کیا کہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ نمبر شائع کر کے مفتی صاحب کی زندگی سے ناواقفوں کے لئے کامیابی و کامرانی کا ایک نایاب کھولا اور واقفوں کے لئے اس خوشبو کو مکرر پیش کر کے دل ودماغ کو معطر اور قوی کر دیا۔اللہ تعالیٰ اس نمبر کو قبول عام نصیب فرمائے اور پیش کنندہ کو جزائے خیر عطا کرے۔

انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعہ عقود و معاملات

مجمع الفقہ الاسلامی ہندوستان کی طرف سے جدید مسائل سے متعلق ایک سوالنامہ جناب مفتی ذاکر حسن نعمانی کے نام آیا تھا۔اس کے جواب میں لکھا گیا ایک تحقیقی مضمون پیش خدمت ہے۔(ادارہ)

وہ عقود اور معاملات جن میں طرفین کی طرف سے مالی یا غیر مالی عوض ادا کیا جاتا ہے ان میں عاقدین کی رضامندی شرط ہے بیع و شراء کا عقد ہو یا عقد نکاح ہو ان عقود میں اصل چیز عاقدین کی رضامندی ہے۔مثلاً بیع و شراء میں مال کے تبادلہ کے ساتھ فقہاء کرام نے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے(النساء) کی وجہ سے آپس کی خوشی کی قید لگائی ہے اس قید کی رعایت ہر معاملہ میں ہوگی خواہ معاملہ قولی ہو، فعلی ہو، تحریری ہو، یا قاصد کے ذریعہ یا ٹیلی فون وغیرہ پر ہو۔قولی معاملہ کو ایجاب اور قبول کہتے ہیں اور فعلی معاملہ کو تعاطی کہتے ہیں۔

زبانی اور قولی معاملہ یہ ہے کہ میں نے فروخت کیا، میں نے خرید لیا یا میں فروخت کرتا ہوں میں خریدتا ہوں، فعلی اور عملی معاملہ کو بیع تعاطی کہتے ہیں اس میں بائع اور مشتری یا دونوں زبان سے ایجاب و قبول نہیں کرتے یا صرف ایک زبان استعمال کرتا ہے اور دوسرا عملاً اپنی رضاء کا اظہار کرتا ہے مثلاً بائع خریدار کو شی دکھائے اور خریدار بائع کو قیمت دیدے

مجلس عقد (Place of Contract) محل عقد اور اتحاد مکان زبانی ایجاب و قبول کے لئے اتحاد مجلس شرط ہے علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں واما الذی یرجع الی مکان العقد فواحد وھواتحاد المجلس بان کان الایجاب والقبول فی مجلس واحد فان اختلف المجلس لا ینعقد (بدائع ج ۵ ص ۱۳۷)

مجلس عقد کی وجہ شرط - جیسا کہ پہلے مذکور ہوا کہ بیع کے لئے اصل آپس کی خوشی ہے اس آپس کی خوشی پر دلیل ایک مجلس میں ایجاب و قبول ہے اگر ایجاب کے بعد اور قبول سے پہلے مجلس کسی طرح بدل جائے تو بیع کا انعقاد نہ ہوگا - اس لئے کہ تراضی کا پتہ لگانا مشکل ہو گیا - یہ اتحاد مجلس صرف زبانی ایجاب و قبول کے لئے ہے - جب دونوں جانب حاضر ہوں - اگر عاقدین کی بیع قولی نہ ہو بلکہ فعلی ہو اور یا عملی (تعاطی) جانبین میں کوئی غیر حاضر ہو تو اتحاد مجلس ضروری نہیں بیع تعاطی میں تو اس لئے ضروری نہیں کہ دونوں جانب سے قولی ایجاب و قبول نہیں ہوتا یا صرف ایک جانب سے زبانی ایجاب یا قبول ہوتا ہے مثلاً ٹیلی فون بوتھ سے ٹیلی کارڈ یا کائن (سکہ) کے ذریعہ فون کرنا یا کسی بازار میں نصب شدہ شیلف میں مختلف قسم کی مشروبات ہوتی ہیں مقررہ رقم داخل کر کے مطلوبہ مشروب حاصل کر لینا - اسی طرح تحریری یا قاصد کے ذریعے ایجاب و قبول میں بھی اتحاد مکان شرط نہیں مبادلہ میں اصل شی تو لین دین ہے بائع اور مشتری کا زبانی اقرار تو اس لین دین کی دلیل ہے -

علامہ کاسانی ؒ فرماتے ہیں وحقیقۃ المبادلۃ بالتعاطی وھو الاخذ والاعطاء وانما قول البیع والشراء دلیل علیھا (بدائع ج ۵ ص ۱۳۴) فرماتے ہیں والتجارۃ عبارۃ عن جعل الشی للغیر ببدل وھو التفسیر للتعاطی - بدل اور عوض کی وجہ سے کوئی شی کسی کو دینا بیع تعاطی کی حقیقت ہے - گویا عقد بیع کا اصل طریقہ تعاطی یعنی فعلی اور عملی بیع ہے اس کے لئے زبانی ایجاب و قبول اس تعاطی کی دلیل ہے اور ایجاب و قبول کے لئے اتحاد مجلس ضروری ہے تاکہ جانبین کی رضامندی معلوم ہو سکے حاصل یہ نکلا کہ اتحاد مجلس جانبین کی رضامندی کی دلیل ہے یعنی جانبین کی رضامندی کا حصہ صرف اتحاد مجلس میں نہیں اگر کسی اور طریقہ سے جانبین کی صحیح رضامندی معلوم ہو سکے تو پھر بھی بیع کا انعقاد ہوگا - جیسے بیع تعاطی یا تحریری میں بھی فقہی عبارتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد مکان اس وقت ضروری ہے جب عاقدین

حاضر ہوں اور ایجاب و قبول زبانی ہو - علامہ کاسانی نکاح کے بحث میں فرماتے ہیں واما الذی یرجع الی مکان العقد فھو اتحاد المجلس اذا کان العاقد ان حاضرین وھو ان یکون الا یجاب والقبول فی مجلس واحد - عقد میں اتحاد مکان اس وقت ہے جب عاقدین دونوں حاضر ہوں اور وہ یہ کہ ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہو (بدائع ج ۲ ص ۲۳۲)

مجلس کے اتحاد و اختلاف کی حقیقت - عقود میں اصل چیز جانبین کی رضامندی ہے - رضامندی کے اظہار کے لئے قول، فعل، تحریر اور رسالت وغیرہ ہے - قولی رضامندی میں ایجاب کے ساتھ قبول کا اتصال ضروری ہے - اگر حقیقتاً اتصال کو ضروری قرار دیا جائے تو ایک جانب کو غور و فکر کا موقع ملنا ہی دشوار ہے جس کی وجہ سے عقد کی اصل روح تراضی میرے سے حذف ہو جائے گی اس طرح عقد ناجائز بن جائے گا - اگر ایجاب کی بعد دوسری جانب کے خیار کو ماوراء المجلس پر موقوف رکھیں تو بائع کو انتہائی دشواری ہوگی نہ جانے بیع کب تام ہوگی اس لئے فقہاء نے دونوں جانبوں کے لئے اتحاد مکان شرط قرار دیا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں لان المجلس جامع للمتفرقات فاعتبرت ساعاتہ ساعۃ واحدۃ دفعاً للعسر و تحقیقاً للیسر - مجلس متفرقات کو جمع کرنے والی ہے دشواری دور کرنے کے لئے اور سہولت پیدا کرنے کے لئے (ہدایہ) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل چیز ایجاب و قبول میں اتصال ہے جو ایک ساعۃ میں یعنی فوری طور پر ہو لیکن دشواری دور کرنے اور سہولت پیدا کرنے کے لئے ایک مجلس جو کئی ساعات پر مشتمل ہوتی ہے کو بمنزلہ ایک ساعۃ کے قرار دیا لہذا مجلس کا اعتبار جانبین کے اقوال کے اتصال کے لئے ہے - اس لئے کہ عقد کے لئے اصل چیز اتحاد اقوال یعنی ایجاب و قبول ہے لیکن دشواری کی وجہ سے اتحاد اقوال کی جگہ اتحاد مکان اور مجلس کو شرط قرار دیدیا - عاقدین جب آمنے سامنے اور حاضر ہوں تو اتحاد مکان اور اتحاد مجلس کے علاوہ ایجاب و قبول کے لئے کوئی صورت نہیں جب کسی مجلس میں عرف کے لحاظ سے ایک جانب کی طرف سے یا

Scanned with CamScanner

دونوں جانبوں سے قولی یا فعلی اعراض پایا جائے تو یہ اختلاف مجلس ہوگا اگرچہ اتحاد مکان موجود ہو۔ مثلاً کسی کمرہ میں بیٹھے ہوئے دو افراد میں ایک نے ایجاب کیا اور قبول سے پہلے چائے وغیرہ کی مجلس شروع ہو گئی تو یہ اختلاف مجلس ہوگا کیونکہ یہ فعلی اعراض ہے۔ اگر عاقدین ایک دوسرے سے دور ہوں اور آپس میں کوئی عقد کرنا چاہیں تو اس کے لئے فقہاء کرام نے اپنے دور میں دو طریقے بتلائے ہیں خط و کتابت اور رسالت یعنی پیغام رسانی۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں والکتاب کالخطاب وکذا الارسال حتی اعتبر مجلس بلوغ الکتاب واداء الرسالة

تحریر خطاب کے مانند ہے اور یہی حکم قاصد بھیجنے کا ہے خط پہنچنے اور پیغام ادا کرنے کی مجلس معتبر ہوگی (ہدایہ) علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں واما الکتابة ان یکتب الرجل الی رجل أما بعد فقد بعت عبدی فلانا منك بكذا فبلغه الكتاب فقال فی مجلسه اشتریت لان خطاب الغائب كتابته فكانه ، بنفسه و خاطب بالایجاب وقبل الآخر فی المجلس – ایک شخص نے کسی کو خط لکھا کہ میں نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اتنے عوض پر فروخت کیا اس کو خط ملا اور اس مجلس میں کہا میں نے خرید لیا تو بیع تام ہو جائے گی کیونکہ غائب کے ساتھ تحریری خطاب ایسا ہے گویا وہ خود حاضر ہے۔ اور یہ س کے ساتھ قولی ایجاب کر رہا ہے۔ لہذا غائب اس مجلس میں قبول کرے گا تا کہ بیع تام ہو جائے۔ (بدائع ج ۵ ص ۱۳۸) یا بائع نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے اپنا فلاں غلام فلاں (زید) کو اتنے درہم کے عوض فروخت کیا تم یہ پیغام فلاں (مشتری) کو پہنچا دو قاصد جب ئع کا پیغام لیکر مشتری کی جس مجلس میں پہنچا اگر مشتری نے اس مجلس میں اشتریت میں نے ریدلیا یا قبلت میں قبول کیا کہا تو بیع تام ہو جائے گی۔

جدید دور میں ٹیلی فون، فیکس اور انٹرنیٹ وغیرہ ایجاد ہو گئے۔ جو پیغام رسانی کے نتائی تیز رفتار ذرائع ہیں انٹرنیٹ کے ذریعے فریقین یا جانبین میں سکرین پر ایک تو صرف ریری گفتگو ہوتی جس کو (Chatting) کہتے ہیں۔ جانبین میں بعد مکانی ہوتا ہے لیکن

ک جانب سے تحریری ایجاب جب جانب آخر کو پہنچے تو وہ زبان سے قبلت (میں نے قبول کیا) کہہ دے اور پھر اپنے اس قبول کی سکرین پر تحریری اطلاع کر دے۔ سکرین کی تحریر اور کاغذ کی تحریر کا کوئی فرق نہیں کاغذ کی تحریر دیر سے پہنچتی ہے اور سکرین کی فوری طور پر ب فقہاء نے کاغذ کی تحریر کے ذریعے دور بیٹھے ہوئے شخص کے لئے بیع کا طریق بتلا دیا تو انٹرنیٹ کے سکرین کے ذریعے بھی جائز ہونا چاہئیے۔

انٹرنیٹ پر دوسرا طریقہ پیغام رسانی کا ای میل ہے۔ جس کو برقی ڈاک کہہ سکتے ں۔ جانب آخر کے انٹرنیٹ کے (Main Box) میں پیغام محفوظ ہو جاتا ہے وہ کسی بھی وقت مین بکس کو کھول کر اپنا پیغام وصول کر سکتا ہے یہ ڈاک کا جدید اور تیز ترین نظام ہے ب ممالک میں ای میل کے ذریعے ڈاک کا نظام شروع ہو گیا ہے ای میل کے ذریعے ایجاب کو تحریری پر قیاس کر سکتے ہیں جانب آخر جس مجلس میں پیغام وصول کرے اس مجلس میں قبلت (میں نے قبول کیا) کہہ دے تو بیع تام ہو جائے گی۔ تیسرا طریقہ انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کا ویڈیو کانفرنسنگ ہے اس میں فریقین یا جانبین ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں اور ایک دوسرے کی گفتگو بھی سن سکتے ہیں اس میں کیمرہ مائیک ، ہیڈ فون یا سپیکر کی ضرورت ہوتی ہے یہ طریقہ ممکن ہے لیکن اس میں بہت زیادہ سرمایہ لگتا ہے کیمرہ کے رینج میں جتنے افراد آجائیں سکرین پر سب کی تصویر آجائے گی۔

موجودہ دور کے علماء کرام نے ٹیلی فون اور فیکس کے ذریعے عقود کو جائز قرار دیا ہے جس مجلس میں فون کے ذریعے ایجاب ہو اس مجلس میں قبول کر لینے سے عقد تام ہو جائے گا۔ ویڈیو کانفرنسنگ میں تو آواز کے ساتھ ایک دوسرے کی تصویری صورت بھی دیکھ سکتے ہیں اس طرح تو بطریق اولی عقد جائز ہونا چاہئیے۔ جانبین ایجاب و قبول کر لیں لیکن ایجاب و قبول اسی گفتگو کی مجلس میں ضروری ہے تا کہ جانبین کی رضامندی معلوم ہو سکے۔

اگر ٹیلی فون کے ذریعے عقد نکاح کا ایجاب و قبول ہو رہا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی ضروری ہوتی ہے جبکہ بیع و شراء میں یہ شرط

Scanned with CamScanner

نہیں ہے۔ جانبین کی ٹیلی فونک گفتگو کو گواہ نہیں سن سکتے اگرچہ کسی ایک جانب کے پاس موجود ہوں اس لئے کہ ٹیلی فون پر ہر جانب دوسرے سے گواہوں کے حق میں غائب ہے۔ علامہ کاسانی ؒ فرماتے ہیں ومنها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعا گواہ عاقدین کے کلام کو سنیں گے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (بدائع ج ۲ ص ۲۵۵)

البتہ کسی کو ٹیلی فون پر وکیل بنایا جا سکتا ہے دوسرے معاملات کی طرح وکالت موکل اور وکیل کے مابین ایک عقد ہے دونوں زبانی یا تحریری طور پر ایجاب و قبول کرلیں بالغ مرد یا عورت کسی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے کہ فلاں سے میرا نکاح کردیں اب وکیل حیثیت سے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرادے یا بالغ مرد اور عورت دونوں کسی ٹیلی فون پر وکیل بنادیں اوكان وكيلا من الجانبين یا ایک جانب سے کوئی ولی ہو اور دوسری جانب اس کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے او كان ولياً من جانب و وكيلاً من جانب آخر یا کوئی عورت ٹیلی فون پر کسی مرد کو اختیار دیدے کہ تو اپنے ساتھ میرا نکاح کر دے۔

ان صورتوں میں عاقد ایک ہوگا گواہوں کی موجودگی میں نکاح کردے بشرطیکہ کہ گواہ لڑکے اور لڑکی کو جانتے ہوں عالمگیری میں امرأة وكلت رجلاً ليزوجها من نفسه فقال الوكيل بحضرة الشهود تزوجت فلانة ولم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح مالم يذكر اسمها واسم أبيها وجدها لانها غائبة والغائبة تعرف بالتسمية ۔ کسی عورت نے مرد کو وکیل بنا کر کہا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کردو وکیل نے گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے شادی کرلی اور گواہ فلاں عورت کو نہیں جانتے تو نکاح جائز نہیں جب تک لڑکی کے باپ دادا کا نام معلوم نہ ہو کیونکہ عورت غائب ہے اور غائب کا جاننا نام و نسب سے ہوتا ہے۔ (ج ۱ ص ۲۶۸)

انٹرنیٹ پر نکاح ۔ انٹرنیٹ پر اگر صرف سکرین کے ذریعے تحریری ایجاب و قبول ہو تو ناجائز ہے اس لئے کہ گواہ ایک جانب سے بے خبر ہوں گے اور نہ جانبین کے ایجاب و قبول کو سن سکتے ہیں حالانکہ ایجاب و قبول میں جانبین کے کلام کو ایک ساتھ گواہوں کا سننا شرط ہے۔ عالمگیری میں ہے ومنها سماع الشاهدين كلامهما معاً اگر کوئی یہ کہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے مجلس معنیً متحد ہے اگرچہ حساً متحد نہیں تو پھر اتحاد مجلس اور عاقدین کے آمنے سامنے ہونے کے لئے زبانی ایجاب و قبول شرط ہے کتابت سے نکاح صحیح نہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں فلوكتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد ۔ اگر مرد عورت کو لکھ کر دے کہ میں نے تجھ سے شادی کی عورت تحریراً کہے میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہیں (شامی ج ۲ ص ۲۶۵)

البتہ فیکس اور انٹرنیٹ پر نکاح کے انعقاد کا طریقہ یہ ہے کہ فیکس اور انٹرنیٹ پر عورت کو لکھ دیں کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں عورت گواہوں کو فیکس یا انٹرنیٹ کی کاغذ اور سکرین والی تحریر کو دکھا کر کہے کہ میں نے اس شخص سے شادی کرلی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے شادی کی آفر کی ہے۔ تم گواہ رہو میں نے اس سے شادی کرلی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں فانه قال ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته ان يكتب اليها يخطبها فاذا بلغها الكتاب احضرة الشهود وقرأته عليهم وقالت زوجت نفسي منه او تقول ان فلاناً كتب الى يخطبني فاشهدوا انى زوجت نفسيَ منه ۔

نکاح خط کے ذریعہ ہو جاتا ہے جس طرح زبانی ایجاب و قبول سے صورت اس کی یہ ہے کہ مرد عورت کو تحریری خطبہ کی اطلاع دے جب عورت کو خط مل جائے تو گواہوں کو حاضر کرکے تحریر دکھلائے اور کہہ دے کہ میں نے فلاں آدمی کے ساتھ شادی کرلی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے شادی کی آفر کی ہے تم گواہ رہو میں نے اس کے ساتھ شادی کرلی۔

ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے شادی ۔ اسی طریقہ میں جانبین ایک دوسرے کی آوازیں سننے کے ساتھ ایک دوسرے کو سکرین پر دیکھ بھی سکتے ہیں جانبین اور گواہ اگر ایک دوسرے کے بارے میں اطمینان کرلیں تو ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے نکاح

Scanned with CamScanner

جائز ہے -اس لئے کہ گواہ عاقدین کے ایجاب و قبول کو بھی سنتے ہیں اور دیکھ بھی سکتے
اگرچہ ظاہری طور پر عاقدین اور گواہوں کی مجلس متحد نہیں ہے لیکن معنی متحد ہے
کہ ایک دوسرے کے کلام سن رہے ہیں - اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور
دوسرے کو پہنچان رہے ہیں- کسی قسم کا خفا نہیں ہے کیونکہ جانبین کے مابین اصل
اطمینان رابطہ ہے خواہ اس میں بعد مکانی ہو یا نہ ہو- اتحاد مجلس اور مکان کا حاصل بھی
ہے -اس لئے کہ اصل چیز اتحاد اقوال ہے اس کے لئے اتحاد مجلس کو شرط قرار دیا
عقد کمرہ بھی ہو سکتا ہے کھلی فضا بھی ہو سکتی ہے - کوئی کشتی بھی ہو سکتی ہے- کوئی
وغیرہ بھی ہو سکتا ہے- اتحاد مکان میں یہ ضروری نہیں کہ عاقدین ایک دوسرے کو دیکھ
ہوں بلکہ اصل چیز قابل اطمینان اور یقینی ایجاب و قبول ہے جبکہ گواہ عاقدین کا کلام سن
ہوں - فقہائے کرام کے اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتحاد مجلس میں مکان کی
ضروری نہیں نہ عاقدین کا ایک دوسرے کو دیکھنا ضروری ہے قابل اطمینان رابطہ ضروری
ہے -اور ویڈیو کانفرنسنگ میں یہ رابطہ یقینی اور قابل اطمینان ہوتا ہے- عالمگیری میں ہے

رجل قال لقوم اشهدوا انى تزوجت هذه المرأة التى فى هذا البيت فقالت
المرأة قبلت فسمع الشهود مقالتهاولم يروا شخصها فان كانت فى البيت
وحدها جاز النكاح وان كانت فى البيت معها اخرى لا يجوز -ایک شخص

لوگوں سے کہا کہ تم گواہ رہو میں نے اس گھر میں موجود عورت کے ساتھ شادی کی
عورت گھر کے اندر سے کہے میں نے قبول کیا اور گواہ عورت کے اس کلام کو سن لیں
عورت کو نہ دیکھ پائیں تو اگر اس گھر میں صرف یہی ایک عورت تھی تو نکاح جائز ہے اور
اس گھر میں اس کے ساتھ کوئی اور عورت بھی تھی تو نکاح ناجائز ہے-(ج ا ص ۲۶۸)
اس جزیہ سے صاف معلوم ہوا کہ اصل چیز عاقدین کا ایسا قابل اطمینان رابطہ ہے جس
گواہ عاقدین کی گفتگو سن سکیں ویڈیو کانفرنسنگ میں اگرچہ بعد مکانی زیادہ ہوتا ہے
عاقدین ایسی گفتگو کر سکتے ہیں جس کو گواہ سن رہے ہوں - مذکورہ جزئیہ میں ایک
نظروں سے اوجھل ہے لیکن قرائن کی وجہ سے یہ رکاوٹ مانع عقد نہیں اس لئے کہ

والے مکان میں صرف ایک عورت تھی اشتباہ پیدا نہیں ہوتا-
انٹرنیٹ پر خرید و فروخت اور دیگر معاملات کرتے وقت جانبین نے تیسرا شخص
خبردار ہو سکتا ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ فی الحال دو فریق کے مابین کسی
معاملہ کو تیسرا شخص تیسرے کمپیوٹر پر نوٹ نہیں کر سکتا البتہ وہ شخص جو کسی ایک فریق کے
ساتھ بیٹھا ہو اس کو پتہ چل سکتا ہے کہ دونوں فریق آپس میں کیا معاملہ طے کر رہے ہیں-وہ
اگر چاہے تو فائدہ اٹھا سکتا ہے البتہ مستقبل میں امکان ہے کہ جانبین کے معاملات کو تیسرا
شخص کسی طرح تیسرے کمپیوٹر کے ذریعے جان لے اگر یہ ممکن ہو گیا تو پھر اس کا حکم یہ
ہے کہ ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ نیلام کی شکل میں خرید و فروخت ہو سکتی ہے-اس لئے کہ
بیع من یزید جائز ہے اگر کسی تیسرے شخص کو پتہ چل جائے کہ فلاں فلاں کے مابین خرید و
فروخت کا معاملہ ہو رہا ہی تو اس کو چاہئیے کہ ان دونوں کا انتظار کرے اگر وہ آپس کی بیع پر
راضی ہو گئے ہیں تو تیسرا آدمی بیع کو خراب نہ کرے -اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے -لا
یسوم احدکم علی سوم أخیه اور اگر وہ دونوں آپس کی بیع پر بھی راضی نہ ہوئے - تو
تیسرا شخص اس سے فائدہ اٹھانے کا مجاز ہے -اسی طرح اگر ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعہ
جانبین میں عقد نکاح کے بارے میں بات چیت ہو رہی ہے - تو تیسرے شخص کو اگر کسی
طرح پتہ چل جائے تو ان کے مابین دخل اندازی نہ کرے ہاں اگر مکمل طور پر پتہ چل جائے
کہ جانبین میں بات نہ بن سکی تو پھر اپنے لئے رابطہ شروع کرے -البتہ فریقین کو چاہئیے کہ
انٹرنیٹ کے ذریعہ اگر برقی پیغام ہو ای میل کو (Sing Out) تالا کرنا ہوگا خیال رکھنا ہوگا.
کہ (Open) کھلا تو نہیں !اسی طرح انٹرنیٹ کے ذریعہ کاروباری افراد کا کریڈٹ کارڈ
(Credit Card) ہوتا ہے اس کو محفوظ کرنا ہوگا اس کے نمبر کا کسی فراڈی کو پتہ نہ چل
جائے ورنہ بدترین فراڈ کا خطرہ ہوگا فراڈ کے ایسے کئی واقعات پیش آ چکے ہیں - پشاور
یونیورسٹی کے طلباء کا اس طرح کا فراڈ اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آچکا ہے کریڈٹ کارڈ
اگر کسی کے ہاتھ چڑھ گیا تو بالکل (incash) چیک کی طرح ہے پھر فوراً اس کو مطلع
ہوگا تاکہ کسی کو فراڈ کا موقع نہ ملے-
(۱۹۳)

Scanned with CamScanner

امریکی مسلمان نوجوانوں میں بڑھتا ہوا ڈپریشن

اسرار احمد کسانہ (نیویارک)

میڈیکل ریسرچ کے مطابق اگر آپ ان نو (9) علامات میں سے پانچ کا بھی شکار ہیں تو آپ ڈپریشن کے مریض ہیں - وہ نو علامات یہ ہیں - اکتاہٹ بھوک اور وزن میں کمی، نیند کے اوقات میں بے قاعدگی، ہر بات پر غصہ کرنا، اپنے محبوب مشاغل سے دل کا اچاٹ ہو جانا، تھکاوٹ اور جسمانی کمزوری، اپنے آپ کو کسی قابل نہ سمجھنا اور مجرم گرداننا، سوچوں کا منتشر رہنا اور خودکشی کر لینے کے بارے میں سوچنا - امریکہ میں ہر دوسرا شخص ان علامات کا شکار ہے - زندگی اس قدر مشکل اور مشینی ہو گئی ہے کہ انسانی قدریں پس منظر اور مادیت اور مادہ پرستی پیش منظر میں آگئی ہیں - لوگوں میں خواب آور گولیوں کا استعمال دن بدن بڑھتا جا رہا ہے لیکن نیند ہے کہ پھر بھی نہیں آتی - سکون ہے کہ آہستہ آہستہ سراب سا بنتا جا رہا ہے - باہمی رشتوں کی پہچان ختم ہوتی جا رہی ہے - قرآن میں وہ جو قیامت کی دن نفسا نفسی کا ذکر کیا گیا ہے اس کی اچھی خاصی جھلک یہاں نظر آجاتی ہے - نتیجہ ------ وہی بے سکونی، اضطراب ------ یعنی ڈپریشن ہی ڈپریشن - ایک اور نتیجہ ------ خودکشی!

خودکشی امریکہ میں ہونے والی اموات کی نویں سب سے بڑی وجہ ہے - گزشتہ سال **33204** افراد نے خودکشی کی - یعنی ہر سترہ منٹ کے بعد ایک شخص نے خودکشی کی - قتل کئے جانے والے افراد سے خودکشی کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے - حیرانی کی بات ہے کہ نوجوانوں کی اموات کی وجوہات میں خودکشی تیسرے نمبر پر آتی ہے - جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نوجوان کتنی تیزی سے ان وجوہات کا شکار بن رہے ہیں جو خودکشی کا باعث بنتی ہیں - ان وجوہات میں سب سے بڑی وجہ ڈپریشن ہے -

امریکی نوجوانوں میں ڈپریشن اور اس سے متعلقہ مسائل دن بدن بڑھ رہے ہیں - ان کی بنیادی وجہ مذہب سے دوری اور جنسی بے راہ روی ہے - امریکی زندگی میں مجموعی طور پر

مذہب کا کردار کم سے کم ہو رہا ہے جس سے لوگوں کے لئے روحانی مسائل جنم لے رہے ہیں - وہ ہر چیز کو فائدہ کی نگاہ سے دیکھنے کے قائل ہو چکے ہیں جس چیز میں انہیں فوری فائدہ نظر نہ آئے اس کی جانب وہ جانے یا سوچنے کے بھی روادار نہیں - مذہب انسان کو اس دنیا کے بعد اگلی دنیا کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتا ہے اور اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جب تک اس دنیا میں رہے اگلی دنیا کی تیاری میں لگا رہے کہ اسی میں اس کی دونوں جہانوں کی فلاح ہے - دوسری جانب جنسی بے راہ روی اور بے حیائی اس قدر عام اور بڑھ چکی ہے کہ تمام حدیں پھلانگ لینے کے باوجود نوجوان سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ وہی نکلتا ہے ------ ڈپریشن - ہر سال سکولوں میں بارہ بارہ سال سے چودہ سال تک کے بچوں کے فائرنگ کے ذریعے دوسرے طالب علموں کو قتل کرنے کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں - نوجوانوں میں نشہ آور ادویات کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے - سکول منشیات کے اڈے بن چکے ہیں جہاں چھوٹے چھوٹے بچے سگریٹ اور دیگر نشہ آور اشیاء استعمال کرتے نظر آتے ہیں -

امریکی نوجوانوں میں تو اس ڈپریشن کی وجہ صاف نظر آتی ہے مگر یہ بات باعث حیرانی و اضطراب ہے کہ امریکی معاشرے میں موجود مسلمان نوجوانوں میں ڈپریشن کی بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی ہے - وہ نوجوان کہ جو اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں، جو مسلمان والدین کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور جن کو بچپن سے ہی اس معاشرے کی خرابیوں کے بارے میں بتانا شروع کر دیا جاتا ہے - وہ آخر کیوں اس کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں - ابھی حال ہی میں نیو یارک میں ایک نہایت خوبصورت اور وجیہہ پاکستانی نوجوان نے خود سوزی کر کے متعدد سوالات کو جنم دیا ہے - ایسا نوجوان کہ جو ہر لحاظ سے ایک کامیاب نوجوان تھا اس امریکی نظام اور اس سے متعلقہ خوبصورت جالوں کا شکار ہو گیا - اس کے علاوہ متعدد ایسی مثالیں ہیں کہ نوجوان مسلمان لڑکے اور لڑکیاں گھروں سے بھاگ رہے ہیں - والدین کے لئے نت نئی پریشانیوں کا باعث بنتے ہیں - غیر مذاہب کے لوگوں سے شادیاں رچا رہے ہیں اور جو ایسا

نہیں کرپاتے، وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان میں سے بعض تو خودکشی کا ار... لیتے ہیں-

آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ دراصل ہمارے نوجوان جو یہاں پل پڑھ رہے ہیں عجیب قسم کے دوراہے پر کھڑے ہیں-ایک طرف ان کے والدین اور ان کا بتایا ہوا طرز زندگی ہوتا ہے جس میں ان سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی قوانین اور ... کی پابندی کریں گے تو دوسری جانب شہوانیت اور جنسی بے راہ روی کا طوفان ہے جس میں انہیں کشش بھی نظر آتی ہے اور وقتی فائدہ بھی-

امریکہ میں تعلیمی نظام کے ماحول کو ہی لے لیجئے- سکول کی حد تک تو والدین بچوں پر کسی نہ کسی حد تک اثر انداز رہتے ہیں اور کچھ سکولوں کا نظام بھی انہیں من مانی کرنے سے باز رکھتا ہے مگر جیسے ہی بچے اٹھارہ سال کے ہوئے تو وہ قانونی طور پر اپنی زندگی کے فیصلوں کے خود مجاز ہو جاتے ہیں اور یہی وہ سٹیج ہے جو مسلمان والدین کے لئے خطرناک ترین ہے- لڑکوں اور لڑکیوں کا اختلاط نہ صرف کالج کے اندر بلکہ ہوسٹل یعنی (Doms) کے اندر بھی قابل قبول سمجھا جاتا ہے-خاص طور پر ویک اینڈز پر جو دھما چوکڑی دیکھنے میں آتی ہے وہ ناقابل بیان ہے-شراب نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال اپنے عروج پر ہوتا ہے-اس ماحول میں جب ہمارے نوجوان جاتے ہیں تو ان کی حالت زار کا اندازہ خود لگایا جا سکتا ہے-ایک طرف ان کے والدین اور ان کا بتایا ہوا نظام حیات یعنی اسلام انہیں اس ماحول میں جانے سے کھینچ رہا ہوتا ہے تو دوسری طرف شیطانی نظام کی کشش ان کا دل لبھا رہی ہوتی ہے-یہی وجہ ہے کہ وہ نوجوان جن کے عقائد اور ارادے مضبوط ہیں وہ راہ راست کا انتخاب کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اکثر ایسے ہیں جو شیطان کے جال میں پھنس جاتے ہیں-ان میں بھی دو طرح کے نوجوان ہیں-

ایک وہ کہ جو اس شیطانی جال سے جلدی ہی چھٹکارا حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی اصل کی جانب لوٹ آتے ہیں اور دوسرے وہ کہ جو ہمیشہ کے لئے حزب الشیطان میں شامل

ہو جاتے ہیں اور یوں دھتکار دیئے جاتے ہیں-ایسے ہی نوجوان کے نصیب میں ڈپریشن اور اس سے متعلقہ مسائل لکھ دیئے جاتے ہیں-

امریکہ میں جہاں تعلیمی اداروں میں ایسے مسائل جنم لے رہے ہیں وہاں ان کے توڑ کے لئے تقریباً تمام بڑے تعلیمی اداروں میں مسلم سٹوڈنٹس آرگنائزیشنز (MSA) قائم ہیں جن کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک ایسی پناہ گاہ مہیا کی جائے جہاں وہ بگڑے ہوئے عمومی ماحول کے اثرات سے بچ سکیں-ان کے مسائل کا مداوا کیا جائے-انہیں مسلمان نوجوانوں کی صحبت (Company) دی جاسکے تاکہ وہ اپنے آپ کو مضبوط تصور کر سکیں- شاید یہی وجہ ہے کہ اس گئے گزرے ماحول میں بھی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ایسے نوجوانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو کیمپس میں رہتے ہوئے نمازوں کی پابندی بھی کرتے ہیں اور اسلامی اقدار کی پاسداری بھی-ایسی لڑکیاں بھی اکثر دیکھنے کو ملتی ہیں کہ جو حجاب اوڑھنے کی پابندی بھی کرتی ہیں اور اس پر فخر بھی کرتی ہیں-یہی وہ راستہ ہے کہ جس پر چل کر اخروی کامیابی کو یقینی بنایا جاسکتا ہے اور اس دنیا میں بھی ڈپریشن جیسی مہلک بیماری کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے-(بشکریہ نوائے وقت)

Scanned with CamScanner

تبصرہ کتب

نام کتاب - نجم الفتاوی

نام مصنف - علامہ قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی

تعداد جلد - ایک

تعداد صفحات ۴۸۸

ناشر - شعبہ تصنیف و تالیف نجم المدارس ڈیرہ اسماعیل خان کلاچی

تبصرہ نگار - مفتی نجم الرحمٰن

اپنے اکابرین کی حالات زندگی کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ علم و تحقیق میں انہماک کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے ذوق نے ان کے قلم کو منجمد ہونے سے کوسوں دور رکھا- حالات کے تقاضوں کے مطابق نت نئے پیچیدہ مسائل کو ایسے مدلل انداز سے حل کیا کہ دین اسلام کو فرسودہ نظام ثابت کرنے والوں کی تمام تر محنتوں کو خاک میں ملایا- اگر ایک طرف ان کی تحقیقات امۃ مسلمہ کی راہنمائی کا سبب بنتی ہیں- تو دوسری طرف اسلام کے خلاف ضد و عناد پر مبنی غلط پراپیگنڈوں اور مذموم سازشوں کی بیخ کنی بھی ہوتی ہے- چنانچہ حالات کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف اوقات میں ان حضرات نے عض حل طلب مسائل کو تحقیق کی روشنی میں حل کروایا- ان کی یہ تحقیقات اگرچہ ایک اص فن تک محدود نہیں رہیں- بلکہ قرآن، حدیث، عقائد، فقہ الغرض ہر فن سے وابستہ سائل کو اس فن کے اصول کے تحت حل کرایا- لیکن عوام و خواص کی روزمرہ زندگی میں ں آمدہ مسائل کا زیادہ تر تعلق چونکہ فقہ کے ساتھ وابستہ ہے- اس لئے ان حضرات نے ی میدان کو خاص طور پر توجہ کا مرکز بنایا- چنانچہ بعض مسائل کی اہمیت اور تحقیقی پہلو کو ظر رکھتے ہوئے ایک ہی مسئلہ کو موضوع بنا کر مستقل تصنیف کی شکل میں حل کرایا-

بعض عام مسائل کو اکٹھا کر کے مختلف ابواب کے تحت فتاوی جات کی شکل میں تحریر فرمائے- جبکہ اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے محققین علماء نے اپنے ادوار میں حالات کے مطابق مسائل پر تحقیق کا سلسلہ جاری رکھا- چنانچہ زیر نظر تصنیف ﴿نجم الفتاوی﴾ بھی اس مبارک سلسلے کی ایک کڑی ہے- حضرت علامہ قاضی عبدالکریم صاحب کلاچوی ڈیرہ اسماعیل کے علاقہ کلاچی کے علم وزہد اور رشد وہدایت کے حوالے سے ایک معروف قاضی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں- ان کے آباؤاجداد علم و فضل کے اعلی مناصب پر فائز چلے آئے ہیں- فی الحال حضرت قاضی صاحب ان کے صحیح جانشین ہیں خاندانی فضیلت کے ساتھ علم و تقوی میں ان کو اکابرین کی جانشینی کا شرف بھی حاصل ہے- کیونکہ ان کو اکابرین سے براہ راست فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل ہے-

چنانچہ 38,37 میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے احادیث کی کتابیں پڑھیں- مادر علمی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے علمی انہماک کو مستقل شغل بنایا-

علم و تحقیق کے میدان سے وابستگی کے ساتھ ساتھ عوام و خواص کے رشد ہدایت میں بھی مصروف رہے اس اعتبار سے قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ان کی مجالس قابل ستائش ہیں- ان امور میں مصروفیت کے باوجود فقہی اعتبار سے ان کی تحقیقات کو اہل علم ودانش بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں- خاص کر اپنے دور کے علمی پہاڑ بعض اسلاف کے ساتھ اس سلسلے میں ان کا خصوصی ربط و تعلق تھا-

حضرت العلامہ شمس الحق افغانیؒ، حضرت اعلامہ یوسف بنوریؒ اور حضرت العلامہ مفتی محمودؒ تو خاص طور پر قابل ذکر ہیں-

ان حضرات سے بعض مسائل پر براہ راست بحث و تحقیق کا موقع فراہم ہوا-

Scanned with CamScanner

اس لئے ان حضرات کو بھی قاضی صاحب کی تحقیقات پر اعتماد حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کے بعض اہم تحقیقی ادارے اپنی تحقیقات کی چھان بین کے لئے ان سے رجوع کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس کی زندہ مثال زیر طبع فتاوی حقانیہ کے مسائل کی جانچ پڑتال ہے۔ چنانچہ جب دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء کے پچاس سالہ فتاوی جات کو حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی نگرانی میں فتاوی حقانیہ کے نام سے مرتب کرنے کا فیصلہ ہوا۔

تو مختلف موضوعات کے تحت درجہ تخصص فی الفقہ کے طلباء میں مسائل تقسیم کئے گئے۔ وہ کافی محنت سے مسائل کو جمع کرتے تھے۔ اور تقریباً ہر مسئلے پر تین حوالہ جات نقل کرتے تھے۔ حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب اہتمام کے ساتھ ہر مسئلے کی پوری طرح چھان بین کرتے تھے۔ مضمون کی تصحیح اور حوالہ جات کے ماخذ کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ جو مسائل تحقیق کے ان مراحل سے گزر جاتے تھے۔ اور مقالہ کی شکل میں پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے تھے۔ تو نظر ثانی کے لئے حضرت علامہ عبدالکریم صاحب کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ وہ ہر مقالہ کے مسائل کی چھان بین کرتے تھے اور مقالہ کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کراتے تھے۔

چنانچہ ان کی نظر ثانی کی روشنی میں حضرت مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی زیر نگرانی بحمد اللہ دارالعلوم حقانیہ کا ضخیم فتاوی موسوم بفتاوی حقانیہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ جو اب قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی زیر سرپرستی طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ تو فتاوی حقانیہ کے حوالے سے بھی حضرت قاضی صاحب کی خدمات قابل قدر ہیں۔ چونکہ فقہی مسائل کے ساتھ خصوصی دلچسپی پہلے ہی رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے امت مسلمہ کی نفع رسانی کے لئے اپنے فتاوی جات کو ترتیب دیکر ﴿نجم الفتاوی﴾ کے عنوان سے شائع کیا۔ اگرچہ ملک کے دیگر علاقوں سے فتاوی جات باقاعدہ تصنیف کی شکل میں شائع ہوچکے ہیں۔ لیکن صوبہ سرحد میں یہ سبقت حضرت قاضی صاحب کو حاصل ہوئی

کہ انہوں نے فتاوی جات کو ترتیب دیکر باقاعدہ تصنیف کی شکل میں شائع کیا۔ اس لحاظ سے نجم الفتاوی کو انفرادی مقام حاصل ہے۔ حضرت علامہ قاضی صاحب نے بڑی محنت اور خصوصی توجہ کے ساتھ مسائل کو ترتیب دیکر شائع کیا ہے۔ ان کی ذاتی تحقیقات پر مبنی بعض مسائل بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ احتیاطی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے ملک کے بعض جید علماء کرام سے مسائل پر نظر ثانی کو لازمی قرار دیا۔ بقول ان کے **1550** مسائل ان علماء کرام کی نظر ثانی سے پایہ تکمیل کو پہنچے۔

نجم الفتاوی کے مسائل کی ترتیب میں علامہ قاضی عبداللطیف صاحب، قاضی حافظ عبدالحلیم صاحب اور قاضی حافظ نصیر الدین صاحب کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی کوشش اور محنت سے یہ قیمتی فقہی ذخیرہ منصۃ العروس پر چمکنے لگا۔

معنوی حسن کے ساتھ اچھے کاغذ اور خوبصورت ٹائیٹل نے فتای کو رونق بخشی۔ الغرض عوام و خواص کے لئے نجم الفتاوی مسائل اور تحقیق کے اعتبار سے ایک بہترین تحفہ ہے۔ ہر کسی کو اس سے مستفید ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ قاضی صاحب کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے۔

ان کی صحت اور عمر میں برکت عطا فرما کر امت مسلمہ کو ان سے نفع حاصل کرنے کے بہترین مواقع نصیب فرمائے۔ آمین

Scanned with CamScanner

جامعہ عثمانیہ پشاور
تبصرہ نگار مفتی ذاکر حسین نعمانی

نام کتاب : مولانا مفتی کفایت اللہ نمبر
قیمت : 90روپیہ
پیش کنندہ : حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی
پتہ : جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

امت مسلمہ میں بڑی بڑی شخصیات ہر دور میں اپنے پیچھے دیرپا اور نہ ختم ہونے والے نقوش چھوڑ گئے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے ہر میدان میں ایسی علمی، عملی روحانی خدمات سرانجام دی ہیں جو بعد والوں کے لئے عبرت، نمونہ اور بہترین مشعل راہ ہے یا مقصد زندگی گزارنے والوں یا با مقصد زندگی کی تلاش میں رہنے والوں کے لئے مقدس علمی اور روحانی شخصیات کی ساری زندگی بہترین نمونہ اور راہنما ثابت ہوتی ہے دارالعلوم دیوبند نے جو شمعیں روشن کیں اس کی ہر شمع اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد کو اپنی روشنی دے رہی ہے ہر ایک کا ذکر خیر انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جن کے بار بار تذکروں میں نیا مزہ ہوتا ہے۔ ھو المسک ماکررتہ یتضوع۔ قافلہ دیوبند کے مردان باصفا میں شیخ الہند کے عظیم جانشین ابو حنیفہ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ ہیں جن کا انتقال 1952ء میں ہوا۔ لیکن آج تک اپنے پیچھے انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔ ان کے انتقال کے بعد روزنامہ الجمعیت نے مفتی اعظم نمبر شائع کیا اس کے بعد ان کے بیٹے مولانا حفیظ الرحمٰن واصف نے اس نمبر کے ساتھ اخبارات اور رسائل کے مضامین شامل کر کے ایک مجموعہ ﴿مفتی اعظم کی یاد﴾ کے نام سے شائع کیا۔ اب ایک بار پھر اس مجموعہ چند مضامین کے اضافہ کے ساتھ اشاعت کی سعادت حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے حاصل کرلی اس نمبر میں دیوبند کے اس عظیم سپوت کی علمی، عملی روحانی، جہاد اور سیاسی زندگی کے تقریباً ہر گوشہ کی بہترین جھلک موجود ہے۔ اسلاف کی

بقیہ صفحہ نمبر:30 پر ملاحظہ کریں

بنوں
برانڈ
ٹریڈ مارک
معیار میں اعلیٰ
توابل الادم
سولہ ۱۶ اجزاء مجموعہ
بنوں
سالن مصالحہ
مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ
دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، اجوائن، انار دانہ، تیز پتہ
جائفل، لونگ، اور ٹماٹر پاؤڈر
تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شافیاز خان
گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

Scanned with CamScanner

NO. P-402 MONTHLY AL ASR PESHAWAR

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia Usmania Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یاایھاالذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم

(الصف/۱۰)

اے ایمان والو- میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب سے۔
کیا آپ چاہتے ہیں ؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ
حلال آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا [illegible] تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پر خلوص
جذبہ اپناتے ہوئے قرب وجوار میں غرباء، [illegible] یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں
خصوصاً مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے [illegible] دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں **﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾** کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی
سال نمبر 9 (۲۲-۱۴۲۱ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ **۳۷۸۰۸۴۶** سینتیس لاکھ اسی ہزار آٹھ
سو چھیالیس روپے ہے۔ جس میں ساڑھے تین لاکھ روپے کتب، تفسیر کی خریداری اور تین
لاکھ روپے تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکوٰۃ و عطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف
﴿جامعہ عثمانیہ پشاور﴾ ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

اکاؤنٹ نمبر 0-716 یونائیٹڈ بنک سنہری مسجد روڈ پشاور صدر	فارن کرنسی اکاؤنٹ 60035-3 حبیب بنک ارباب روڈ پشاور صدر

آپ کا خیر اندیش

مفتی غلام الرحمن